NEW MADARSA

لامع النجوم

نوٹ اردو

سلم العلوم

شارح

مولانا ثناء اللہ قاسمی

ثاقب بکڈپو دیوبند

جو کتاب نیٹ پر موجود نہیں ہیں
یا کوئی کتاب آپکو چاہئے جو نیٹ پر
موجود نہ ہو تو آپ ہمیں میسیج کریں

NEW MADARSA

ٹیلیگرام چینل
@New Madarsa
https://t.me/NewMadarsa

یا ٹیلیگرام گروپ
@New Madarsa Group
https://t.me/NewMadarsaGroup

Pinterest

Follow All Social Media Network:

NEW MADARSA

Blogger

Telegram

Instagram

facebook

काम देख कर follow करें

NEW MADARSA

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لامع النجوم

نوٹ اردو

سلم العلوم

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

شارح

مولانا ثناء اللہ قاسمی

ناشر

۲۴۷۵۵۴

ثاقب بکڈپو دیوبند

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب : لامع النجوم نوٹ سلم العلوم

شارح : مولانا ثناء اللہ چتراوی قاسمی

باہتمام : حافظ یاسر عبداللہ 9634417176

صفحات : ایک سو چونسٹھ (۱۶۴)

ناشر

ثاقب بکڈپو دیوبند

SAQIB BOOK DIPOT DEOBAND

Tel . 01336 - 222999 Mob. 09412496688

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ

حضرت مولانا خضر کشمیری صاحب مدظلہ العالی

استاذ دارالعلوم دیوبند، سہارنپور (یوپی)

علم منطق خادم العلوم ہے، جو دوسرے علوم میں معاون، گہرائی اور گیرائی کا سبب بنتا ہے۔ یہ علم فطری بھی ہے، شیخ ابونصر فارابی نے اس کو رئیس العلوم کہا ہے، شیخ ابوعلی سینا نے لکھا ہے **المنطق نعم العون علی ادراك العلوم كلها**، اور حجۃ الاسلام امام غزالیؒ کا فرمان ہے، **من لم يعرف المنطق فلا ثقة له**.

اسی لئے قرون اولیٰ سے ہی اس علم سے ارباب نظر و فکر کی دلچسپی رہی ہے، قوت استدلال اور اظہار مافی الضمیر میں بے حد معاون ہے۔

مدارسِ اسلامیہ میں علم منطق روز اول سے ہی پڑھایا جاتا ہے۔ اور ابھی بھی کئی کتابیں زیورِ نصاب بنی ہوئی ہیں، جن میں سلم العلوم خاص اہمیت کی حامل ہے۔ اس کی شروحات بھی بڑی تعداد میں تحریر کی جا چکی ہیں، سبھی "ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است" کے مصداق ہیں۔

زیرِ نظر کتاب بھی سلم العلوم کا حل اور مقصدِ سلم کی ترجمانی ہے۔ جسے عزیز گرامی **مولوی ثناء اللہ سلمہ** متعلم دورہ حدیث دارالعلوم نے بڑی تگ و دو اور عرق ریزی سے مرتب کیا ہے۔ امید ہے کہ شرح جلد ہی قبولیت و مقبولیت میں اہم مقام حاصل کرے گی۔

والسلام

خضر احمد کشمیری غفرلہ

استاذ دارالعلوم دیوبند

۵؍مئی ۲۰۰۴ء

تقریظ

حضرت مولانا سلمان صاحب مدظلہ العالی

استاذ دارالعلوم دیوبند، سہارن پور(یوپی)

نحمده ونصلی علیٰ رسوله الکریم **امابعد!**

مرکزعلم وفن، پاسبان فکروعمل دارالعلوم دیوبند، اپنی جن خصوصیات کے سبب برصغیر کے اسلامی اداروں میں انفرادی حیثیت رکھتا ہے ان میں ایک اہم خصوصیت یہاں کا علمی ماحول اور یہاں کے طلبہ کا ذوق تحریر بھی ہے۔ یہاں زیرتعلیم طلبہ کی تحریری خدمات اور علمی فتوحات سے ایک باوقار علمی تاریخ مرتب ہوئی ہے اور یہ سلسلہ، دارالعلوم کی دیگر بہت سی قیمتی روایات کی طرح آج بھی جاری ہے۔

اسی زریں سلسلہ کی ایک کڑی عزیز محترم **مولوی ثناء اللہ چتراوی سلمہ** کی زیر نظر کاوش ہے، عزیز موصوف نے اپنی محنت کا موضوع درس نظامی کی مشہورومعروف اوراس دور میں منطق کی انتہائی کتاب سُلم العلوم کو بنایا ہے، اورواقعہ یہ ہے کہ اپنی جدت طرازی سے موجودہ دور میں مشکل سمجھی جانے والی اس کتاب کو دلچسپ بنایا ہے۔

انہوں نے عام شروح کے برعکس کتاب کے مشکل مقامات کوسوال وجواب کے انداز میں حل کرکے دلچسپی کاسامان فراہم کرنے کے علاوہ کتاب کونفسیاتی طور سے امتحانی حل کے قریب کردیا ہے۔ یہ بات بلاشبہ سلم العلوم کی شروح اس تشریح کوممتاز کرتی ہے۔ مزید اعتبار واستناد کے لئے حضرات اساتذہ کرام کی تصدیقات کافی ہیں۔

دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ عزیز موصوف کی اس خالص علمی کوشش کوشرف قبول سے ہمکنار فرمائے اورانہیں مستقبل میں مزید بہتر اور کارآمد خدمات کی توفیق سے بہرہ ور فرمائے۔ آمین

والسلام

محمد سلمان عفی عنہ

استاذ دارالعلوم دیوبند

۱۶؍ربیع الاول ۱۴۲۵ھ مطابق ۷؍مئی ۲۰۰۴ء، جمعہ

دعائیہ کلمات

حضرت مولانا مفتی شہاب الدین صاحب مدظلہ العالی ہزاری باغوی

الحمدلله کفیٰ وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ **امابعد!**

زیر نظر کتاب ''**لامع النجوم بحل مشکلات سلم العلوم**'' سلم العلوم کی مشکل اورادق بحثوں کو سوال وجواب کے انداز سے کافی آسان اور سہل کر کے پیش کیا گیا ہے۔ ماشاء اللہ مؤلف عزیز گرامی قدر **مولوی ثناء الله چتراوی** نے اس کی تشریح وترتیب میں نہ صرف یہ کہ کتب منطق کے ماٰخذ سے استفادہ کیا ہے، بلکہ اس سے متعلقہ استاد کی تقریر سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے کتاب کی معنویت وافادیت میں اضافہ کیا ہے۔

اہل علم بالخصوص طلبہ کے لئے یہ کتاب مفید ہے۔ دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی افادیت کو عام فرمائے اور مؤلف کو اخلاق کی دولت سے نوازے۔ آمین

محمد شہاب الدین ہزار یاغوی
۱۸ ربیع الاول ۱۴۲۵ھ

تقریظ

مفسر قران، مولانا مفتی محمد راشد صاحب اعظمی

استاذ تفسیر وفقہ دار العلوم دیوبند

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم **اما بعد!**

منطق ایک مفید فن ہے۔ جس پر علمائے کرام کے ایک طبقہ نے خصوصی توجہ صرف کی ہے۔ اس فن کی چھوٹی بڑی بے شمار کتابوں میں ''سلم العلوم'' ایک خاص اہمیت اور شان کی حامل رہی ہے۔ یہ کتاب ہمیشہ علمائے کرام کی مرکز توجہ رہی ہے۔ اب تک عربی، اردو، فارسی میں سینکڑوں زبانوں سے متجاوز اسی کی شروحات لکھی جا چکی ہیں، اور اب تک لکھی جا رہی ہیں، اسی سلسلہ کی ایک کامیاب کوشش محترم جناب **مولوی ثناء اللہ چترالوی** نے بھی کی ہے۔ انہوں نے کتاب کے مطالب کو سوال و جواب کے پیرایہ میں اس طرح بیان کیا ہے کہ مطالب سہولت کے ساتھ ذہن نشیں ہو جائیں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

موصوف نے موجودہ دور کے ذوق ضرورت کا لحاظ کر کے اختصار کو پیش نظر رکھا ہے۔ دار العلوم دیوبند میں کئی سال تک انہوں نے اس کتاب کی تکرار کرائی ہے، اس لئے سالہا سال کے اپنے تجربات وتحقیقات سے کتاب کو مزین کیا ہے۔

میری دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبول فرما کر دوسروں کے لئے مفید اور مصنف کے لئے ذخیرہ آخرت بنائیں۔

والسلام

احقر محمد راشد اعظمی

۱۹ محرم الحرام ۱۴۲۵ھ

عرض مرتب

الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين وعلى آله وصحبه أجمعين ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

سلم العلوم اپنے اختصار وجامعیت اور گوناگوں خصوصیات کی بناء پر فن منطق میں حرف آخر کی حیثیت رکھتی ہے، یہ وہ خوش نصیب کتاب ہے، جو دور تالیف سے ہی علماء اور طلباء کی توجہ کی مرکز ومحور رہی ہے۔ بڑی بڑی ہستیوں نے اس کی شرح میں قلم اٹھایا، اس کی فنی خصوصیات کو اجاگر کیا، اختصار کے پردے میں چھپے نکات ومعارف کو لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ غرض یہ کہ اس کی بہت سی شرحیں عربی وفارسی میں وجود میں آئیں، اب جب کہ ہم میں وہ پہلا سا جذبہ نہ رہا، حصول فن کی خاطر عرق ریزی وجانفشانی کے ولولے سرد پڑ گئے، عربی وفارسی شروحات کا مطالعہ تو کجا نفس کتاب کے حل سے ہی طبیعت ابا کرنے لگی، تو بتقاضہ وقت اردو میں بھی اس کی تسہیل کا کام جاری ہوا، اس لئے کہ طلبہ مدارس کے لیے منطق بعض حضرات کی مخالفت کے باوجود ناگزیر ہے، فکر ونظر میں غلطی سے بچنے کے لیے فن منطق کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔ آج ہماری صلاحیتوں میں جو انحطاط وسطحیت اور کمزوری آئی ہے اس میں دیگر عوامل کے ساتھ منطق سے بے اعتنائی بھی ایک اہم سبب ہے۔

بہر حال باری تعالیٰ کا مجھ پر یہ فضل رہا کہ مجھے شروع سے ہی منطق سے دل چسپی رہی ہے، منطقی شروحات کے مطالعہ اور اساتذہ کی تقریر سننے کے بعد دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ ان افادات کی روشنی میں ایک نوٹ تیار کروں۔ مگر جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ اس کی کئی کامیاب شروحات پہلے سے ہی موجود ہیں، ان کی موجودگی میں مجھ جیسا بے بضاعت طالب علم کا ایسی جسارت کرنا ایک مضحکہ خیز امر ہے، مگر انگلی کٹا کے شہیدوں میں نام لکھانے کی مثل بھی مشہور ہے، پھر ساتھیوں کی حوصلہ افزائی اور بڑوں کی دعاؤں نے میرے ارادے کو اور مستحکم کردیا، اور میں نے اس کام کا عزم مصمم کرلیا۔ اب میرے سامنے

یہ مسئلہ درپیش ہوا کہ اس نوٹ کا طرز تالیف کیا ہو؟ تو غور وفکر کے بعد میں نے سوال وجواب کے انداز کو اختیار کیا؛ جو حل کتاب وامتحان دونوں کے لیے مفید ہو۔ یہ نوٹ سوالات دار العلوم کی روشنی میں قائم کیا گیا ہے، بعض جگہ بعینہ اور بعض میں جزئیات کا اضافہ کیا گیا ہے، جہاں تک میرا خیال ہے ان سوالات کے بعد کوئی اہم سوال باقی نہیں رہتا۔ بہر حال جو کچھ ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔ راقم الحروف اپنی کوشش میں کہاں تک کامیاب ہے، اس کا فیصلہ آپ کے سپرد ہے، چوں کہ یہ ایک ناتجربہ کار طالب علم کی پہلی کاوش ہے اس لیے غلطی کا امکان ہی نہیں بلکہ قوی گمان ہے، لہذا اگر کہیں فروگذاشت نظر آئے تو راقم کو مطلع فرمائیں، یہ آپ کا اخلاقی فریضہ ہے اور دیانت علمی کا تقاضہ بھی، تاکہ آئندہ اس کی تصحیح کی جاسکے، راقم آپ کا ممنون ہوگا۔

اب اخیر میں ان اساتذہ کرام کو ہدیہ تشکر پیش کرنا ضروری ہے جنھوں نے میری اس حقیر سی کاوش پر نظر ڈالی اور تقریظ فرما کر حوصلہ افزائی فرمائی، بالخصوص حضرت مولانا مفتی راشد صاحب اعظمی، حضرت مولانا سلمان صاحب بجنوری، حضرت مولانا خضر احمد صاحب کشمیری کا تہ دل سے مشکور ہوں؛ جن کی دعاؤں کے طفیل سے راقم اس حقیر سی کاوش کے لائق ہوا۔ حضرت مولانا مفتی شہاب الدین صاحب ہزاری باغوی صاحب کا بھی ممنون ہوں جنھوں نے اس کاوش کو دیکھ کر دلی مسرت کا اظہار فرمایا، اور دعائیہ کلمات سے نوازا۔ بڑی ناسپاسی ہوگی اگر اس موقع پر اپنے ان احباب کو فراموش کردوں جنھوں نے اپنے قیمتی مشورے سے نوازا؛ بالخصوص برادر مکرم مفتی محمد احمد اللہ صاحب چترای، مولوی نسیم انظر صاحب چترای اور مولوی ممتاز احمد صاحب ہزاری باغوی کا شکر گذار ہوں؛ جنھوں نے از ابتدا تا انتہاء ساتھ دیا۔ فجزاهم الله أحسن الجزاء.

اب آخر میں گذارش یہ ہے کہ راقم کو اپنی دعاؤں میں فراموش نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ میری اس حقیر سی محنت کو قبول فرمائے اور طلبہ کے لیے مفید بنائے اور راقم کے لیے وسیلہ نجات ہو۔ آمین۔

محمد ثناء اللہ چترای

علم منطق

لغوی معنی : باب ضرب سے **نُطقاً ومَنطِقاً** : بولنا، منطق گفتگو، گویائی، نطق کا استعمال ظاہری یعنی گفتگو پر بھی ہوتا ہے، اور نطق باطنی یعنی فہم وادارک کلیات پر بھی، غیر انسان پر بھی ہوتا ہے جیسے " **عُلِّمنا منطقَ الطیر** ".

اصطلاحی تعریف: منطق جس کو علم میزان بھی کہتے ہیں وہ علم علمی ہے جو ذہن کو خطائی الفکر سے بچائے۔

موضوع: معرِّف وحجت، یعنی وہ معلومات تصوریہ یا تصدیقیہ جن سے مجہولات تصوریہ وتصدیقیہ کو معلوم کیا جائے۔

غرض وغایت: خطائی الفکر سے ذہن کو بچانا، یا نظر وفکر میں غلطی واقع ہونے سے بچنا۔

تدوین: ہر سمجھ دار آدمی کوشش کرتا ہے کہ اپنے مقصد پر دلیل وبرہان پیش کرے، قیاس کا نتیجہ نکالے، غور وفکر میں ذہن کو خطا سے بچائے، یہی منطق ہے جو ایک فطری علم ہے، اس علم کا باضابطہ حضرت ادریس سے ہوا، مخالفین کو ساکت وعاجز کرنے کے لیے بطور معجزہ اس کا استعمال کیا گیا پھر اسے یونانیوں نے اپنایا، یونان کے رئیس حکیم ارسطو سب سے پہلے حکمت اور منطق کو مدون کیا جو ۳۰۴ ق م تھا اسی وجہ سے یہ معلم اول کہا جاتا ہے، پھر ہارون ومامون کے عہد میں فلسفۂ یونانی عربی میں منتقل ہوا، تو شاہ منصور بن نوح سامانی نے حکیم ابونصر فارابی متوفی ۳۳۹ھ کو دوبارہ اس کی تدوین کا حکم دیا، انھوں نے تقریباً دو درجن کتابیں تصنیف کیں، اس لیے فارابی کو معلم ثانی کہا جاتا ہے، چوں کہ فارابی کی تحریریں منتشر تھیں اس لیے سلطان مسعود کے حکم سے شیخ ابوعلی حسین بن عبد اللہ بن سینا متوفی ۴۲۸ھ نے تیسری بار قاعدہ مدون کیا اور فارابی کی تصانیف سے اقتباس کرکے " شفا " وغیرہ کتابیں تصنیف کیں، اس لیے بوعلی سینا کو معلم ثالث کہتے ہیں، اور اسی کی تدوین شدہ حکمت ومنطق اس وقت رائج ہے۔

مصنف کی حالت

قاضی محب اللہ بن عبد الشکور صوبہ بہار کے کڑا نامی گاؤں میں پیدا ہوئے، مختلف مقامات میں چیدہ چیدہ حضرات سے تحصیل علوم کیا، قطب الدین بن عبد الحلیم انصاری سہالوی بھی آپ کے استاذ ہیں، آخری تعلیم شمس آباد (قنوج) پہنچ کر قطب الدین شمس الدین آبادی سے حاصل کر کے علم آفتاب وماہتاب ہوئے، صاحب مأثر الکرام نے آپ کو "بحر زیست از علوم وبدریست بین النجوم" کہا، آپ بہت بڑے فقیہ، اصولی، منطقی اور ان علوم کے تمام اصول وفروع پر حاوی، علم کے ایک سمندر تھے، تکمیل علوم کے بعد شہنشاہ عالم گیر کے پاس دہلی گئے، تو انھوں نے آپ کو لکھنؤ کا قاضی بنادیا، کچھ دنوں وہاں قضا کا کام کیا پھر اسی عہدہ پر حیدر آباد منتقل کیے گئے، اس کے بعد عالم گیر نے عہدۂ قضا سے معزول کر کے اپنے پوتے رفیع الدین معظم کی تعلیم پر مامور کیا، جب اورنگ زیب عالم گیر نے آخر عمر میں اپنے بیٹے شاہ عالم کو کابل کی حکومت سپرد کی تو شاہ عالم کے ساتھ آپ کو بھی اپنے پوتے کی تعلیم کے لیے کابل بھیج دیا، انہی دنوں ۱۱۱۸ھ میں عالم گیر کی وفات ہوگئی اور شاہ عالم سلطنت مغلیہ کا فرماں روا ہوں تو اس نے قاضی صاحب کو ہندوستان کی ریاستوں کا صدر بنادیا اور فاضل خاں کا لقب دیا، آپ نے متعدد کتابیں تصنیف کیں جن میں "سلم العلوم" فن منطق میں ایسی عمدہ اور نفیس کتاب ہے جس نے منطق میں ایک نئی زندگی پیدا کردی، اور ایسی مقبول ومتداول ہوئی کہ تمام مدارس میں داخل درس ہے، اور کثرت سے علماء وفضلاء نے اس کی شرحیں لکھیں، ملا مبین، ملا حسن، قاضی مبارک، حمد اللہ وغیرہ اس کی مشہور شرحیں ہیں، اور درس نظامی میں داخل ہیں، اسی طرح اصول فقہ میں آپ کی معرکۃ الآراء تصنیف "مُسلّم الثبوت" ہے جس طرح "سلم" لکھ کر منطق میں زندگی پیدا کی اسی طرح "مسلم الثبوت" لکھ کر اصول فقہ کو فروغ کردیا، یہ کتاب بھی داخل درس ہے، اور بڑے اہتمام سے پڑھائی جاتی ہے، علماء نے اس کی بھی متعدد شرحیں لکھیں، خود آپ نے بھی "منہیات حواشی مسلم الثبوت" لکھا، اسی طرح "الجوہر الفرد فی مبحث الجزء الذی لا یتجزی" آپ کی نہایت مقبول تصنیف ہے۔ ۱۱۱۹ھ سال وفات ہے جو "شیخ دہر" برآمد ہوتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال

سبحانہ مااعظم شانہ . .

مذکورہ بالاعبارت کا ترجمہ و مطلب لکھئے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب

ترجمہ: پاک ہے اللہ تعالیٰ کی ذات، وہ کس قدر عظیم الشان ہے۔

تشریح: لفظ سبحانہ کے استعمال کے دوطریقے ہیں۔(۱) اضافت کے ساتھ (۲) بغیر اضافت کے اگر بغیر اضافت کے استعمال ہو تو غیر منصرف ہوگا الف ونون زائدتان اور علمیت کی بناء پر اور اگر اضافت کے ساتھ استعمال ہو تو مصدر ہوگا۔ یہ ترکیبی اعتبار سے مفعول مطلق ہے اور اس کے عامل کو ایک قاعدہ کے تحت حذف کر دیا گیا ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ جب مفعول مطلق مضاف ہو فاعل یا مفعول کی طرف خواہ بواسطہ حرف جر ہو یا بلاواسطہ، بہر صورت اس کے عامل کو حذف کرنا واجب ہے۔ یہاں اضافت الی الفاعل اور اضافت الی المفعول دونوں کا احتمال ہے۔ اگر پہلی صورت ہو تو ترجمہ ہوگا "اللہ تعالیٰ پاک ہے" اور اگر دوسری صورت ہو تو ترجمہ ہوگا "میں نے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کی"۔

قولہ: مااعظم شانہ.

یہ پورا جملہ سبحانہ کی ضمیر سے حال واقع ہے، لیکن اس صورت میں اشکال ہوتا ہے کہ مااعظم شانہ جملہ انشائیہ ہے اور جملہ انشائیہ حال واقع نہیں ہوتا ہے۔ جواب یہ ہے کہ اس سے پہلے مقولا فی حقہ محذوف ہے ترجمہ ہوگا پاک ہے اللہ تعالیٰ کی ذات دراں حالیکہ اس کے حق میں کہا گیا ہے "وہ کس قدر عظیم الشان ہے"۔

ما کے سلسلہ میں نحویین کا شدید اختلاف ہے۔ علامہ سیبویہ کہتے ہیں کہ، ما موصوفہ ہے

شیٔ عظیم کے معنی میں، امام اخفش کہتے ہیں کہ، ماموصولہ ہے الّذی کے معنی میں، فراء کہتے ہیں کہ، مااستفہامیہ ہے ایُّ شیٔ کے معنی میں۔

سوال

لایحد ولایتصورولاینتج ولایتغیرتعالیٰ عن الجنس والجھات جعل الکلیات والجزئیات. مذکورہ بالاعبارت کی وضاحت کریں!

جواب

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی حد بیان نہیں کی جاسکتی، اوراللہ تعالیٰ کاتصورنہیں کیاجاسکتا ہے۔ اوراللہ تعالیٰ جنتے نہیں ہیں اوراللہ تعالیٰ بدلتے نہیں ہیں، وہ پاک ہے ہم جنس سے اور جہتوں سے، اسی نے پیدافرمایاامورکلیہ اورامورجزئیہ کو۔

وضاحت: لایُحد میں ترکیبی اعتبار سے عقلی احتمالات آٹھ ہیں:

دلیل حصر

کیونکہ لایحد دوحال سے خالی نہیں، یاتوماقبل سے مربوط ہوگایانہیں اگر ماقبل سے مربوط نہیں ہے توجملہ مستانفہ ہوگااورجملہ مستانفہ سوال مقدرکے جواب میں واقع ہوتا ہے۔ سوال مقدریہ ہے کہ خداکی ذات پاک اور بزرگ برترکیوں ہے؟ جواب: اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی حدوانتہاء بیان نہیں کی جاسکتی ہے۔اوراگرماقبل سے مربوط ہے توحال واقع ہوگااورحال کے لئے ذوالحال ضروری ہے اوراس کے ذوالحال میں دواحتمالات ہیں ”لفظ شان، ضمیرشان“ پھرمعنی میں دواحتمالات ہیں کہ لغوی معنی مرادہویااصطلاحی، لہذا دوکودومیں ضرب دینے سے چاراحتمالات ہوئے پھراس کی قراءت میں دواحتمالات ہیں ”معروف، مجہول“ پھران دوکوچار میں ضرب دینے سے کل آٹھ احتمالات نکل آئے جن میں سے چھ درست اوردوغلط ہیں۔

ہرایک کی تفصیل

(۱)لایَحد: معروف شان سے حال واقع ہو، معنی لغوی مرادہو یہ صورت غلط ہے۔

(۲) لایَحد: معروف شان سے حال واقع ہو، معنی اصطلاح مراد ہو، یہ صورت غلط ہے۔

(۳) لایُحد: مجہول شان سے حال واقع ہو، معنی لغوی مراد ہو، ترجمہ ہوگا: اللہ کے کارنامے کسی حد پر روکے نہیں جاتے، یہ صورت صحیح ہے۔

(۴) لایُحد: مجہول شان سے حال واقع ہو، معنی اصطلاحی مراد ہو، ترجمہ ہوگا: اللہ تعالیٰ کی شان کو جنس وفصل سے معلوم نہیں کیا جاسکتا ہے۔ یہ صورت صحیح ہے۔

(۵) لایَحد: معرف ضمیر شان سے حال واقع ہو، معنی لغوی مراد ہو، ترجمہ ہوگا: اللہ تعالیٰ کسی کو روکتا نہیں ہے یعنی مجبور محض نہیں بناتا ہے، یہ صورت صحیح ہے۔

(۶) لایَحد: معروف شان سے حال واقع ہو، معنی اصطلاحی مراد ہو، ترجمہ ہوگا: اللہ تعالیٰ جنس وفصل سے کسی چیز کو معلوم نہیں کرتے ہیں۔ اس لئے کہ اس سے جو علم حاصل ہوتا ہے۔ وہ حصولی ہوتا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ کا علم حصولی نہیں بلکہ حضوری ہے، یہ صورت درست ہے۔

(۷) لایُحد: مجہول ضمیر شان سے حال واقع ہو، معنی لغوی مراد ہو، ترجمہ ہوگا: اللہ تعالیٰ کو روکا نہیں جاسکتا ہے۔ یہ صورت درست ہے۔

(۸) لایُحد: مجہول ضمیر شان سے حال واقع ہو، معنی اصطلاحی مراد ہو، ترجمہ ہوگا: اللہ تعالیٰ کو جنس وفصل سے معلوم نہیں کیا جاسکتا ہے، یہ صورت صحیح ہے۔

قولہ: لایتصور: — اس میں ترکیبی اعتبار سے وہی آٹھ عقلی احتمالات ہیں، جو لایحد میں مذکور ہیں، لیکن اس میں صرف دو صحیح ہیں۔

(۱) لایُتصوَرُ: مجہول ضمیر شان سے حال واقع ہو، معنی لغوی مراد ہو، یعنی اللہ تعالیٰ کا تصور نہیں کیا جاسکتا ہے، لیکن اس پر اشکال ہوتا ہے کہ جس چیز کا تصور نہیں کیا جاسکتا ہے اس کا علم بھی نہیں ہوگا اور جس چیز کا علم نہیں ہوگا اس پر ایمان لانا واجب نہیں ہوگا تو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا نہیں ہوگا، حالانکہ ایمان لانا واجب ہے، معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا تصور کیا جاسکتا ہے؟۔

جواب یہ ہے کہ تصور کی چار قسمیں ہیں۔ دلیل حصر یہ ہے، کسی چیز کا علم دو حال سے خالی نہیں ذاتیات کے ذریعہ ہوگا یا عرضیات کے ذریعہ، اگر ذاتیات کے ذریعے ہو تو دو حال سے خالی نہیں، ذاتیات کو آلہ بنایا گیا ہے یا نہیں اگر آلہ بنایا گیا ہے تو اسے تصور بالکنہ کہتے ہیں اور اگر ذاتیات کو آلہ نہیں بنایا گیا ہے تو اسے تصور بکنہہ کہتے ہیں۔ اور اگر شئی کا علم عرضیات کے ذریعے ہے تو دو حال سے خالی نہیں، عرضیات کو آلہ بنایا گیا ہے یا نہیں اگر آلہ بنایا گیا ہے تو اسے تصور بالوجہ کہتے ہیں اور اگر آلہ نہیں بنایا گیا ہے تو اسے تصور بوجھہ کہتے ہیں......اب سنئے لا یتصور میں جس تصور کی نفی کی گئی ہے وہ پہلے دو ہیں نہ کہ اخیرین اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو ذاتیات سے جاننا ممکن نہیں۔

(۲) لا یُتصور: معروف ضمیر شان سے حال واقع ہو، معنی لغوی مراد ہو، یعنی اللہ تعالیٰ تصور نہیں کرتے ہیں اس لئے کہ تصور سے جو علم حاصل ہوتا ہے، وہ حصولی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم حضوری ہے۔

قولہ :لاینتج:-- یہ صرف ضمیر شان سے حال واقع ہوگا اور اس کی صورتیں چار بنتی ہیں۔

(۱) لاینتج: معروف ضمیر شان سے حال واقع ہو، معنی لغوی مراد ہو یعنی اللہ تعالیٰ جنتے نہیں ہیں۔

(۲) لاینتج: معروف ضمیر شان سے حال واقع ہو، معنی اصطلاحی مراد ہو یعنی اللہ تعالیٰ صغریٰ وکبریٰ کے ذریعے نتیجے کے طور پر کوئی چیز حاصل نہیں کرتے ہیں۔

(۳) لاینتج: مجہول ضمیر شان سے حال واقع ہو، معنی لغوی مراد ہو یعنی اللہ تعالیٰ جنے نہیں جاتے ہیں۔

(۴) لاینتج: مجہول ضمیر شان سے حال واقع ہو، معنی اصطلاحی مراد ہو یعنی اللہ تعالیٰ کو صغریٰ وکبریٰ کے ذریعے جانا نہیں جاسکتا۔

قولہ: لایتغیر:- اس میں آٹھ احتمالات نکلتے ہیں، لیکن صرف ایک صحیح ہے۔

(۱) لایتغیر: معروف ضمیر شان سے حال واقع ہو، معنی لغوی مراد ہو یعنی اللہ تعالیٰ

بدلتے نہیں ہیں، نہ ذات کے اعتبار سے اور نہ صفات کے اعتبار سے۔

قوله تعالیٰ: عن الجنس والجهات :

یہ سوال مقدر کا جواب ہے کیونکہ جب ماقبل میں کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی حد بیان نہیں کی جاسکتی اور اللہ تعالیٰ کا تصور نہیں کیا جاسکتا تو اس پر سوال پیدا ہوا کہ، کیوں اللہ کی حد بیان نہیں کی جاسکتی اور اس کا تصور نہیں کیا جاسکتا ہے؟

مصنف نے جواب دیا کہ کسی چیز کی حد بیان کرنے کے لئے اور اس کا تصور کرنے کے لئے جسم ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہے۔

قوله: جعل الكليات والجزئيات :

جعل کبھی خلق اور کبھی تصییر کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اگر خلق کے معنی میں ہو تو اسے جعل بسیط کہتے ہیں، اس لئے کہ اس صورت میں متعدی بیک مفعول ہوتا ہے اور اگر تصییر کے معنی میں ہو تو اس جعل مرکب کہتے ہیں۔ اس لئے کہ اس صورت میں متعدی بدو مفعول ہوتا ہے، یہاں جعل بسیط مراد ہے اس لئے کہ الکلیات والجزئیات ایک مفعول ہیں۔ اس عبارت سے چند مسائل مستفاد ہوتے ہیں۔

(۱) جعل کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے اس سے معلوم ہوا کہ خالق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

(۲) کلیات کو جزئیات پر مقدم کیا ہے معلوم ہوا کہ کلیات کی تخلیق جزئیات سے پہلے ہے۔

(۳) جعل بسیط راجح ہے اس لئے کہ اگر جعل مرکب راجح ہوتا تو مصنف دو مفعول ذکر کرتے۔

سوال

العلم التصور وهو الحاضر عند المدرك والحق انه من اجلى البديهيات كالنور والسرور نعم تنقيح حقيقته عسير اجداً. مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: علم تصور وہ علم وہ ہے جو مدرک کے پاس موجود ہے اور حق بات یہ ہے کہ علم

بدیہیات میں سے روشن ترین بدیہی ہے۔جیسے نور اور سرور،ہاں اس کی ماہیت کو واشگاف کرنا انتہائی دشوار ہے۔

العلم موصوف ہے اور التصور اس کی صفت،واضح ہو کہ صفت کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) صفت کاشفہ (۲) صفت مخصصہ

صفت کاشفہ : اس صفت کو کہتے ہیں،جو اپنے موصوف کے معنی کی وضاحت کرے

صفت مخصصہ:وہ صفت کہلاتی ہے جو اپنے موصوف کے معنی میں تخصیص پیدا کرے۔

التصور : اگر صفت کاشفہ ہو تو چونکہ اس صورت میں موصوف وصفت کے درمیان ترادف ہوتا ہے اس لئے یہ دونوں باہم مترادف ہونگے اور اگر صفت مخصصہ ہو تو مقصد مقسم کی تعیین ہوگی کہ یہاں العلم التصور سے علم حصولی حادث کے اقسام مراد ہیں۔جاننا چاہئے کہ علم کی اولاً دو قسمیں ہیں حضوری ،حصولی پھر ان میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں۔حادث وقدیم،لہذا کل چار قسمیں ہوں گی،علم حضوری قدیم ،علم حضوری حادث،علم حصولی قدیم،علم حصولی حادث۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

دلیل حصر

کسی شئ کا علم دو حال سے خالی نہیں بلاواسطہ ہوگا یا بالواسطہ، اگر بلاواسطہ ہے تو علم حضوری اور اگر بالواسطہ ہے تو علم حصولی پھر اس کا عالم قدیم ہوگا یا حادث اگر قدیم ہے تو علم حضوری قدیم ،علم حصولی قدیم اور اگر حادث ہے تو علم حضوری حادث،علم حصولی حادث۔

ہر ایک کی مثال

(۱) علم حضوری قدیم : اللہ تعالیٰ کو تمام کائنات کا علم بلاواسطہ ہے اور عالم باری تعالیٰ قدیم ہے۔

(۲) علم حضوری حادث : انسان کو اپنی ذات کا علم یہ بھی بلاواسطہ ہے اور عالم

انسان حادث ہے۔

(۳) علم حصولی قدیم : اللہ تعالیٰ کو کسی واقعہ کے وقوع کے بعد اس کے وقوع کا علم بالواسطہ ہے اور عالم اللہ قدیم ہے مثلاً قیامت واقع ہوگی اس کا علم اللہ کو ہے، لیکن واقع ہوگئی اس کا علم نہیں ہے، بلکہ وقوع کے بعد ہوگا۔

(۴) علم حصولی حادث : انسان کو اپنی ذات کے علاوہ کا علم بالواسطہ ہے اور اس کا عالم حادث ہے۔

نوٹ : تصور وتصدیق علم حصولی حادث کی قسم ہیں۔ مصنف نے التصور لا کر اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

قوله :وهو الحاضر عند المدرك .

اس کے مرجع میں دو احتمالات ہیں۔ التصور جو قریب ہے۔ علم جو بعید ہے۔ اگر صفت کاشفہ ہو تو مرجع علم ہوگا اور اگر صفت مخصصہ ہے تو مرجع تصور ہوگا جو علم حصولی حادث کے معنی میں ہے گویا مصنف مطلق علم کی تعریف نہیں کررہے ہیں، بلکہ علم حصولی حادث کی تعریف کررہے ہیں۔

قوله :الحق انه من اجلى البديهيات.

اس سے ایک اختلاف کی طرف اشارہ ہے۔

علماء کے درمیان یہ مسئلہ اختلافی ہے کہ علم کی تعریف ہوسکتی ہے یا نہیں۔ امام فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں کہ علم کی تعریف ممکن نہیں ہے اس لئے کہ علم بدیہی ہے اور بدیہی کی تعریف نہیں ہوتی ہے۔ جمہور کہتے ہیں کہ علم کی تعریف ممکن ہے اس لئے کہ نظری ہے اور نظری کی تعریف ہوتی ہے، پھر جو لوگ نظری ہونے کے قائل ہیں ان میں بھی دو گروہ ہیں ایک گروہ کا کہنا ہے کہ تعریف ممکن تو ہے، لیکن بہت مشکل ہے اس کے قائل امام غزالی ہیں، ان کی دلیل یہ ہے کہ تعریف جنس وفصل سے ہوتی ہے اور جنس وفصل کو پہچاننا بہت مشکل ہے، کیونکہ جنس کا اشتباہ عرض عام سے اور فصل کا اشتباہ خاصہ سے ہوتا ہے۔ لہذا جنس کو عرض عام سے اور فصل کو خاصہ سے ممتاز کرنا دشوار ہوگا اور جب جنس

وفصل ممتاز نہیں ہوں گے تو ان کے ذریعے کسی چیز کا علم بھی حاصل نہیں کیا جاسکتا ہے۔
دوسرا گروہ جمہور یہ کہتے ہیں کہ علم کی تعریف ممکن ہونے کے ساتھ سہل اور آسان بھی ہے۔ مصنفؒ قول فیصل پیش کرتے ہیں کہ علم کے دو معنی ہیں، لغوی (جاننا) اور اصطلاحی علم اپنے لغوی معنی کے اعتبار سے بدیہی ہے اور اصطلاحی معنی کے اعتبار سے نظری اور متعسر التحدید ہے چنانچہ امام فخر الدین رازیؒ نے لغوی معنی کا اعتبار کیا ہے اور امام غزالیؒ نے اصطلاحی معنی مراد لیا ہے لہذا اس میں کو اختلاف نہیں ہے۔

سوال

فان کان اعتقادالنسبة خبرية فتصديق وحكم والافتصورساذج وهمانوعان متباينان من الادراك. مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: تو اگر یہ علم نسبت خبریہ کا اعتقاد ہے تو تصدیق اور حکم ہے ورنہ تصور ساذج ہے اور وہ دونوں ادراک کی دو قسمیں ہیں جو آپس میں متبائن ہیں۔

توضیح: یہاں سے علم کی تقسیم کررہے ہیں، علم کی دو قسمیں ہیں تصور اور تصدیق

دلیل حصر

علم دو حال سے خالی نہیں ایک چیز کا علم ہوگا یا چند چیزوں کا اگر ایک چیز کا علم ہے تو تصور اگر چند چیزوں کا علم ہے تو دو حال سے خالی نہیں، نسبت ہوگی یا نہیں اگر نسبت نہیں ہے تو بھی تصور ہے جیسے زید، عمر، بکر اور اگر نسبت ہے تو دو حال سے خالی نہیں، تامہ ہوگی یا ناقصہ اگر ناقصہ ہے تو بھی تصور اور اگر تامہ ہے تو دو حال سے خالی نہیں، خبریہ ہوگی یا انشائیہ اگر انشائیہ ہے تو بھی تصور اور اگر خبریہ ہے تو دو حال سے خالی نہیں، وجود وعدم دونوں جانب برابر ہوگی یا نہیں اگر دونوں جانب برابر ہے تو یہ شک ہے یہ بھی تصور اور اگر دونوں جانب برابر نہیں ہے، بلکہ ایک جانب راجح اور دوسری جانب مرجوح ہے تو جانب مرجوح وہم ہے اور یہ بھی تصور ہے اور اگر جانب راجح ہے تو دو حال سے خالی

نہیں جزم ہوگا یا نہیں اگر جزم نہیں ہے تو ظن، یہ بھی تصور اور اگر جزم ہے تو دو حال سے خالی نہیں واقع کے مطابق ہوگا یا نہیں اگر واقع کے مطابق نہیں ہے تو یہ جہل مرکب ہے اور اگر واقع کے مطابق ہے تو پھر دو حال سے خالی نہیں تشکیک مشکک سے زائل ہوگا یا نہیں اگر زائل ہو جائے تو یہ تقلید ہے اور اگر زائل نہ ہو تو یہ یقین ہے پھر اگر یقین مشاہدہ سے ہے تو اسے عین الیقین کہتے ہیں اور اگر بار بار تجربہ سے ہے تو اسے حق الیقین کہتے ہیں۔اب سنئے! ظن کے بعد آخر تک تصدیق ہے اور اس سے پہلے تصور ہے۔

قوله: وهمانوعان متباينان من الادراك.

اس بات میں مناطقہ کا اختلاف ہے کہ تصدیق ادراک کی قسم ہے یا نہیں، متقدمین اور مصنف کتاب کی رائے یہ ہے کہ تصدیق ادراک کی قسم نہیں ہے، جبکہ متاخرین کی رائے یہ ہے کہ تصدیق ادراک کی قسم ہے۔اس اختلاف کا فائدہ یہ ہوگا کہ اگر تصدیق کو ادراک کی قسم مان لیا جائے تو اس صورت میں تصور و تصدیق کے درمیان ذاتی تغایر نہیں ہوگا، بلکہ اعتباری تغایر ہوگا، اس لئے کہ ادراک کا نام علم ہے تو یہ دونوں علم کے اقسام ہو گئے اور علم حصول صورت کو کہتے ہیں تو یہ دونوں حصولِ صورت کے اقسام ہو گئے اور حصول صورت معنی مصدری ہے اور مصدری معنی کے اقسام میں تغایر اعتباری ہوتا ہے۔لہذا تصور و تصدیق کے درمیان اعتباری تغایر ہوگا۔اور اگر تصدیق کو ادراک کی قسم نہیں مانا جائے تو تصور و تصدیق کے درمیان ذاتی تغایر ہوگا اس لئے کہ تصور ادراک کی قسم ہے اور تصدیق ادراک کے بعد کیفیت عارضہ کا نام ہے لہذا دونوں کا مقسم بدل گیا اور جب مقسم بدل گیا تو دونوں کے درمیان ذاتی تغایر ہوگا نہ کے اعتباری، مصنفؒ نے اس عبارت میں اسی کو بیان کیا ہے کہ یہ دونوں قسمیں ہیں جو متبائن ہیں ادراک کی وجہ سے یعنی تصدیق ادراک کی قسم نہیں ہے۔

سوال

وههناشكٌ مشهور وان العلم والمعلوم متحدان بالذات فاذاتصورنا التصديق فهما واحد وقدقلتم انهمامتخالفان حقيقة. شک کی تفصیل لکھ کر مصنفؒ نے جو جواب

دیا ہے اس کی بھی مختصر توضیح کریں۔

جواب

ترجمہ. اور یہاں ایک شک مشہور اشکال ہے اور وہ یہ ہے کہ علم اور معلوم بالذات متحد ہیں پس جب ہم نے تصدیق کا تصور کیا تو وہ دونوں ایک ہو گئے حالانکہ تم نے یہ کہا کہ دونوں اپنی ذات کے اعتبار سے متبائن ہیں۔

وضاحت :ماقبل میں تصور وتصدیق کے درمیان تباین کو ثابت کیا گیا تھا اس پر فاضل استرابادی نے اعتراض کیا ہے۔ اعتراض کا سمجھنا چار مقدموں پر موقوف ہے۔

(۱) تصور کا تعلق ہر شئ کے ساتھ ہوتا ہے۔ (۲) کسی بھی چیز کے تصور کرنے سے اس کی حقیقت ذہن میں آتی ہے، اس کی بعینہ صورت اور اس کا عکس نہیں آتا۔ (۳) علم اور معلوم متحد بالذات ہوتے ہیں۔ (۴) تصور وتصدیق میں تباین ہے۔

شک کی تقریر

تصور وتصدیق کے درمیان تباین لے اثبات میں اجتماع ضدین لازم آتا ہے اور اجتماع ضدین باطل ہے اور جو کسی باطل کو مستلزم ہو وہ خود باطل ہوتا ہے، لہذا آپ کا تصور وتصدیق کے درمیان تباین کا دعویٰ کرنا باطل ہوا، کیونکہ پہلے مقدمہ کی بنا پر ہم یہ کہیں گے کہ جب تصور کا تعلق ہر شئ کے ساتھ ہوتا ہے تو تصدیق کے ساتھ بھی ہوگا اور جب تصور کا تعلق تصدیق کے ساتھ ہوگا تو دوسرے مقدمہ کی بناء پر بعینہ وہی تصدیق ذہن میں آئے گی اور جب بعینہ وہی تصدیق ذہن میں آئے گی، تو تصدیق معلوم بنے گی اور تصور علم بنے گا، پھر تیسرے مقدمہ کی بناء پر کہ علم اور معلوم متحد بالذات ہوتے ہیں تو تصور وتصدیق متحد بالذات ہو گئے اور چوتھے مقدمہ کی بناء پر کہ تصور وتصدیق میں تباین ہے یہ دونوں متباینین ہو گئے، تو تین مقدموں سے اتحاد ثابت ہوا اور چوتھے مقدمہ سے تباین یہ اجتماع ضدین ہے اور اجتماع ضدین باطل ہے اور جو کسی باطل کو مستلزم ہو وہ خود باطل، لہذا آپ کا تصور وتصدیق کے درمیان تباین کا دعویٰ کرنا باطل۔

شک کا جواب

علم کے دو معنی ہیں (۱) حالت ادراکیہ (۲) صورت علمیہ

حالت ادراکیہ حقیقی معنی ہے اور صورت علمیہ مجازی معنی، پھر ان میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں تصور و تصدیق، چونکہ حالت ادراکیہ حقیقی معنی ہیں اس لئے اس کے اقسام آپس میں ملتے نہیں ہیں اور صورت علمیہ مجازی معنی ہیں اسے لئے اس کے اقسام آپس میں ملتے ہیں۔

اب سنئے! هما نوعان متباينان من الادراك میں حالت ادراکیہ کے اقسام مراد ہیں اور ان العلم والمعلوم متحدن بالذات میں صورت علمیہ کے اقسام مراد ہیں۔ لہذا تباین کسی اور اعتبار سے اور اتحاد کسی اور اعتبار سے ہے تو اعتبار بدل گیا اور اعتبار کے بدل جانے سے احکام بھی بدل جاتے ہیں۔ لہذا کسی قسم کا کوئی تعارض لازم نہیں آیا۔

سوال

وليس الكل من كل منهما بديهياً غير متوقف على النظر والالتفات مستغن ولا نظريا متوقفاً على النظر. مذکورہ عبارت سے مصنف کس بات کو ثابت کر رہے ہیں۔ وضاحت کریں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب

ترجمہ: اور تصور و تصدیق میں سے ہر ایک کے تمام افراد کا مجموعہ بدیہی نہیں ہے، بدیہی وہ ہے جو استدلال پر موقوف نہ ہو، ورنہ تم بے نیاز ہوتے نظر و فکر سے اور نہ مجموعہ نظری ہے نظری وہ ہے جو استدلال پر موقوف ہو۔

وضاحت: اس عبارت سے مصنفؒ کا مقصد منطق کی احتیاج کو ثابت کرنا ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ تمام تصورات و تصدیقات نہ بدیہی ہیں اور نہ نظری، بلکہ بعض بدیہی ہیں اور بعض نظری اور نظری کو بدیہی سے ترتیب دیکر حاصل کریں گے

اور ترتیب دینے میں غلطی واقع ہوگی، اس لئے اس غلطی سے بچانے کے لئے کسی قانون کی ضرورت پڑے گی اسی قانون کا نام منطق ہے۔ رہی یہ بات کہ تمام تصورات وتصدیقات بدیہی یا نظری کیوں نہیں؟ تو معلوم ہونا چاہئے کے اگر تمام تصورات وتصدیقات بدیہی ہوتے تو ہمیں کسی بھی چیز کے حاصل کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی حالانکہ اس کی ضرورت پڑتی ہے لہذا معلوم ہوا کہ تمام تصورات وتصدیقات بدیہی نہیں ہیں اور اگر تمام تصورات وتصدیقات نظری ہوں تو دور یا تسلسل لازم آئے گا اور یہ دونوں باطل ہیں اور جو کسی باطل کو مستلزم ہو وہ خود باطل ہوتا ہے، لہذا تمام تصورات وتصدیقات کا نظری ہونا باطل۔

سوال

تمام تصورات و تصدیقات کو نظری ماننے سے دور یا تسلسل کیسے لازم آتا ہے؟ واضح کریں۔

جواب

جب تمام تصورات وتصدیقات نظری ہیں تو ایک کو حاصل کرنے کے لئے دوسرے کی ضرورت پڑے گی اور چونکہ دوسرا بھی نظری ہے اس لئے اسے حاصل کرنے کے لئے تیسرے کی ضرورت پڑے گی اور تیسرا بھی نظری ہے، لہذا اسے حاصل کرنے کے لئے چوتھے کی ضرورت پڑے گی۔ اب اگر سلسلہ یوں ہی چلتا رہا تو تسلسل لازم آئے گا اور اگر کہیں سے سلسلہ ٹوٹ گیا تو دور لازم آئے گا۔ مثلاً الف سے یا تک تمام حروف نظری ہیں تو الف کو حاصل کریں گے ب سے اور چونکہ ب بھی نظری ہے اسے لئے اس کو حاصل کریں گے ت سے، اسی طرح آخر تک چلتے رہیں گے یا کہیں سے لوٹ آئیں گے، پہلی صورت میں تسلسل لازم آئے گا اور دوسری صورت میں دور۔

سوال

والاالدارفیلزم تقدم الشئ علی نفسه بمرتبتین بل بمراتب غیرمتناهیة فان الدور مستلزم للتسلسل. مصنف نے دور کے بطلان کی جو تفصیل بیان کی ہے اس کی وضاحت کریں!

جواب

ترجمہ: ورنہ دور لازم آئے گا پھر اس کے نتیجہ میں شئ کا اپنی ذات پر دو درجوں سے بلکہ غیر متناہی درجوں سے مقدم ہونا لازم آئے گا، اس لئے کہ دور تسلسل کو مستلزم ہے۔

مطلب: دور کہتے ہیں کسی شئ کا ایسی چیز پر موقوف ہونا جس پر شئ خود موقوف ہو، دور کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) مصرح (۲) مضمر

دور مصرح : ایک واسطہ سے دور لازم آئے، تو اس کو دور مصرح کہتے ہیں۔

دور مضمر : اس دور کو کہتے ہیں جو چند واسطوں سے لازم آئے۔

دور کے بطلان کی تفصیل

دور اس لئے باطل ہے کہ دور میں تقدم الشئ علی نفسہ یعنی شئ کا وجود میں آنے سے پہلے موجود ہونا لازم آتا ہے اور یہ باطل ہے اور جو کسی باطل کو مستلزم ہو وہ خود باطل ہوتا ہے، لہذا دور باطل ہے اس کو ایک مثال سے سمجھئے۔ مثلاً

الف سے ی تک تمام حروف نظری ہیں اس لئے الف کو ب سے حاصل کریں گے اور ب بھی نظری ہے اس لئے اس کو الف سے حاصل کریں گے تو صورت یہ ہوگی ...... **الالف موقوف علی الباء والباء موقوف علی الالف** تو نتیجہ نکلے گا **الالف موقوف علی الالف** تو ایک الف موقوف اور دوسرا الف موقوف علیہ بنا اور موقوف علیہ مقدم ہوتا ہے موقوف پر تو الف (موقوف علیہ) مقدم ہوگیا الف (موقوف) پر اور یہ باطل ہے اور اس باطل کو دور مستلزم ہے لہذا دور باطل ہے۔

قوله :بل بمراتب.

اس سے مصنفؒ بطور ترقی یہ کہتے ہیں کہ دور میں غیر متناہی طریقے سے بھی تقدم الشیٔ علی نفسہ لازم آتا ہے اس لئے کہ دور تسلسل کو مستلزم ہے اس کو سمجھنے کے لئے تین مقدمات ذہن نشیں کیجئے۔

(۱) موقوف اور موقوف علیہ میں تغایر ہوتا ہے۔

(۲) شیٔ اور نفس شیٔ کا حکم ایک ہوتا ہے۔

(۳) یہ دونوں مقدمے واقعی ہیں لہذا جو چیز بھی وجود میں آئے گی وہ ان دونوں مقدموں کے ساتھ متصف ہوگی۔

اب سنئے......! جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ الف موقوف ہے الف پر تو ایک الف موقوف اور ایک الف موقوف علیہ ہوا، تو پہلے مقدمہ کی بناء پر تغایر کو ثابت کرنے کے لئے ایک نفس بڑھایا تو صورت یہ ہوگی، نفس الالف موقوف علی الالف پھر دوسرے مقدمہ کی بناء پر اتحاد کو ثابت کرنے کے لئے دوسری جانب نفس بڑھایا تو صورت یہ ہوگی نفس الالف موقوف علی نفس الالف پھر پہلے مقدمہ کی بناء پر تغایر کو ثابت کرنے کے لئے پہلی جانب ایک اور نفس بڑھایا تو صورت یہ ہوگی نفس الالف موقوف علی نفس الالف پھر اتحاد کو ثابت کرنے کے لئے دوسری جانب نفس بڑھایا تو صورت یہ ہوگی۔ نفس الالف موقوف علی نفس نفس الالف اسی طرح غیر متناہی طور پر تقدم الشیٔ علیٰ نفسہ لازم آتا ہے اور یہ باطل ہے ،لہذا دور باطل ہے۔

سوال

اوتسلسل وھوباطل . تسلسل کیوں باطل ہے؟ اس کی مکمل تحقیق کریں۔

جواب

ترجمہ: یا تسلسل لازم آئے گا اور یہ باطل ہے۔

تشریح: اس کا عطف لِدار پر ہے تمام تصورات وتصدیقات کو نظری ماننے سے یا تو دور

لازم آئے گایا تسلسل، دور کے بطلان سے فارغ ہو کر تسلسل کے بطلان کو بیان کر رہے ہیں۔

بطلان تسلسل کے بیان سے پہلے چند باتیں ذہن نشین کیجئے۔

(۱) دنیا میں جتنی چیزیں ہیں کسی نہ کسی عدد کے ساتھ متصف ہوں گی۔

(۲) ہر عدد قابل تضعیف ہوتا ہے۔

(۳) عدد مضاعف، عدد اصلی سے زائد ہوتا ہے۔

(۴) زائد کی زیادتی مزید علیہ کے افراد کے ختم ہونے کے بعد ہوتی ہے۔

(۵) عدد کے متناہی ہونے سے معدود کا متناہی ہونا لازم آتا ہے۔

اب سنئے......! تسلسل میں اجتماع ضدین لازم آتا ہے اور اجتماع ضدین باطل ہے اور جو کسی باطل کو مستلزم ہو وہ خود باطل ہوتا ہے، لہذ اتسلسل باطل ہے، کیونکہ جب تسلسل کا وجود مانیں گے، تو امور غیر متناہیہ کا متناہی زمانے میں موجود ہونا لازم آئے گا اور جب امور غیر متناہیہ موجود ہوں گے تو پہلے مقدمہ کی بناء پر کسی نہ کسی عدد کے ساتھ متصف ہوں گے تو دوسرے مقدمہ کی بناء پر کہ ہر عدد قابل تضعیف ہوتا ہے امور غیر متناہیہ بھی قابل تضعیف ہوں گے اور جب امور غیر متناہیہ قابلِ تضعیف ہوں گے، تو تیسرے مقدمہ کی بناء پر کہ عدد مضاعف، عدد اصلی سے زائد ہوتا ہے امور غیر متناہیہ پر جس چیز کو زیادہ کریں گے وہ غیر متناہیہ سے زائد ہوگی اور چوتھے مقدمہ کی بناء پر کہ زائد کی زیادتی مزید علیہ کے افراد کے ختم ہونے کے بعد ہوتی ہے، پہلے امور غیر متناہیہ کے افراد ختم ہوں گے اس کے بعد زیادتی ہوگی اور جب افراد ختم ہو گئے تو متناہی بن گیا اور پانچویں مقدمہ کی بناء پر کہ عدد کے متناہی ہونے سے معدود کا متناہی ہونا لازم آتا ہے، امور غیر متناہیہ کے اوپر زائد شدہ افراد بھی متناہی ہو گئے حالانکہ اس کو غیر متناہی مان چکے ہیں یہ اجتماع ضدین لازم آتا ہے اور اجتماع ضدین باطل ہے۔اور جو کسی باطل کو مستلزم ہو وہ خود باطل ہوتا ہے لہذا تسلسل باطل ہے اور تمام تصورات و تصدیقات کا نظری ہونا تسلسل کو مستلزم ہے لہذا تصورات و تصدیقات کا نظری ہونا باطل ہے۔

سوال

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

ولایعلم التصورمن التصدیق ولابالعکس لأن المعرف مقول والتصورمتساوی النسبة. مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں؟

جواب

ترجمہ: اور تصور کو تصدیق سے نہیں حاصل کیا جاسکتا ہے اور نہ اس کے برعکس، اس لئے کہ معرف محمول ہوتا ہے اور تصور برابر نسبت رکھنے والا ہے۔

تشریح: دراصل بات یہ ہے کہ تصور و تصدیق کے بدیہی یا نظری ہونے کی کل نوصورتیں نکلتی ہیں؛ ماقبل میں مصنفؒ نے تمام کو باطل کر کے صرف ایک صورت کو درست قرار دیا تھا اس پر معترض کہتا ہے کہ آپ کا تمام صورتوں کو باطل قرار دے کر صرف ایک صورت کو درست کہنا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اس کے علاوہ دوصورتیں درست ہیں۔

(۱) تمام تصورات نظری ہوں اور تمام تصدیقات بدیہی ہوں، چونکہ نظری کو بدیہی سے حاصل کیا جاتا ہے لہذا تصور کو تصدیق سے حاصل کریں گے۔

(۲) تمام تصدیقات نظری ہوں اور تمام تصورات بدیہی ہوں، چونکہ نظری کو بدیہی سے حاصل کیا جاتا ہے لہذا تصدیق کو تصور سے حاصل کریں گے۔

مصنفؒ نے ولایعلم التصورمن التصدیق سے پہلے دعویٰ کو رد کیا ہے اور اس کی دلیل لان المعرف مقول سے دی ہے۔ اور ولابالعکس کہہ کر دوسرے دعویٰ کی تردید کی ہے اور اس کی دلیل التصوز متساوی النسبة سے دی ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے:

آپ کا یہ کہنا کہ تصور کو تصدیق سے حاصل کریں گے ہمیں یہ تسلیم نہیں ہے اس لئے کہ اگر تصور کو تصدیق سے حاصل کریں گے تو تصور معرَّف بنے گا اور تصدیق مُعرِف بنے گی اور معرِف معرَّف پر محمول ہوتا ہے لہذا تصدیق تصور پر محمول ہوگا حالانکہ تصدیق تصور پر محمول نہیں ہوتا ہے اور جب تصدیق تصور پر محمول نہیں ہوگا تو تصدیق کا معرِف بننا صحیح نہیں

ہوگا اور جب تصدیق کا معرِف بننا صحیح نہیں ہے، تو تصورات نظریہ کو تصدیقات بدیہیہ سے حاصل نہیں کیا جاسکتا ہے۔رہی یہ بات کہ تصدیق تصور پر محمول کیوں نہیں ہوتی ہے۔تو اس لئے کہ اگر تصدیق تصور پر محمول ہوتو التصور تصدیق کہا جائے گا حالانکہ تصور تصور ہے نہ کہ تصدیق۔

دوسرا دعویٰ آپ کا یہ تھا کہ تصدیق کو تصور سے حاصل کریں گیے یہ بھی ہمیں تسلیم نہیں ہے، اس لئے کہ اگر تصدیق کو تصور سے حاصل کریں گے تو تصدیق بنے گی معرف اور تصور معرِف بنے گا اور معرِف معرف کے لئے علت مرجحہ (عدم سے وجود میں لانے والا) ہوتا ہے، لہذا تصور تصدیق کے لئے علت مرجحہ ہوگا حالانکہ تصور تصدیق کے لئے علت مرجحہ نہیں ہے اور جب تصور علت مرجحہ نہیں ہے تو معرِف بننا صحیح نہیں ہوا اور جب معرِف بننا صحیح نہیں ہے تو تصدیقات نظریہ کو تصورات بدیہیہ سے حاصل بھی نہیں کیا جاسکتا ہے۔

رہی یہ بات کہ تصور تصدیق کے لئے علت مرجحہ کیوں نہیں ہے تو سمجھئے کہ علت مرجحہ صرف وجودی شئ میں ہوتی ہے حالانکہ تصور کا تعلق تصدیق کے ساتھ وجود وعدم دونوں میں برابر ہے یعنی تصدیق پائی جائے تو بھی تصور ہوگا اور تصدیق نہ پائی جائے تو بھی تصور ہوگا اسی کو مصنفؒ نے التصور متساوی النسبة سے بیان کیا ہے اس تقریر سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ تصور و تصدیق بعض بدیہی اور بعض نظری ہیں ہذا ہو المدعیٰ۔

سوال

والبسیط لایکون کاسباً. ترجمہ کریں، مذکورہ عبارت سے مصنفؒ نے جس اعتراض کا جواب دیا ہے پہلے اس کو تحریر کریں بعدہ جواب مدلل لکھیں؟

جواب

ترجمہ: اور بسیط معرف نہیں ہوسکتا ہے۔

اعتراض کی تقریر

معترض کہتا ہے کہ ہم منطق کی ضرورت کو تسلیم نہیں کرتے ہیں اس لئے کہ اگر ہم ایک تصور کو ایک تصور سے اور ایک تصدیق کو ایک تصدیق سے حاصل کریں گے تو ترتیب دینے کی ضروت نہیں پڑے گی اور جب ترتیب دینے کی ضرورت نہیں پڑے گی تو غلطی واقع نہیں ہوگی اور جب غلطی واقع نہیں ہوگی تو کسی قانون کی ضرورت نہیں پڑے گی اور جب قانون کی ضرورت نہیں پڑے گی تو منطق کی بھی ضرورت نہیں پڑے گی۔

جواب کی تقریر

گویا معترض کے اشکال کا خلاصہ یہ ہوا کہ بسیط معرِف بن سکتا ہے حالانکہ بسیط معرِف نہیں بنتا ہے اس لئے کہ اس کا معرف دو حال سے خالی نہیں، بسیط ہوگا یا مرکب اگر بسیط ہے تو دو حال سے خالی نہیں عین ہوگا یا غیر اگر عین ہے تو حمل درست نہیں ہوگا اس لئے کہ حمل کے لئے من وجہٍ اتحاد اور من وجہٍ تغایر ضروری ہے اور اگر غیر ہے تو تباین لازم آئے گا اور متبائنین میں سے ایک کا دوسرے پر حمل نہیں ہوتا ہے اور اگر بسیط معرِف کا معرف مرکب ہے تو یہ بھی دو حال سے خالی نہیں یہ اس کا جز ہوگا یا نہیں اگر یہ اس کا جز ہے تو کل کا جز پر حمل لازم آئے گا اور یہ درست نہیں ہے اور اگر جز نہیں ہے تو تباین لازم آئے گا اور متبائنین میں سے ایک کا دوسرے پر حمل نہیں ہوتا ہے لہذا یہ بات ثابت ہوگئی کہ بسیط معرِف نہیں بن سکتا ہے اور جب بسیط معرِف نہیں بن سکتا ہے تو ترتیب دینے کی ضرورت پڑے گی فلا بد من ترتیب اور جب ترتیب دینے کی ضرورت پڑے گی تو غلطی واقع ہوگی اور جب غلطی واقع ہوگی تو اس سے بچنے کے لئے کسی قانون کی ضرورت پڑے گی اور وہ قانون منطق ہے۔

سوال

ههناشك خُوطب به سقراط وهوان المطلوب امامعلوم فالطلب تحصيل الحاصل و امامجهول فكيف الطلب.

ترجمہ کریں اور شک و جواب کی تفصیل لکھیں؟

جواب

ترجمہ: اور یہاں ایک شک ہے جس کا مخاطب سقراط کو بتلا گیا تھا اور وہ یہ ہے کہ مطلوب اگر معلوم ہے تو اس کی طلب تحصیل حاصل ہے اور اگر مجہول ہے تو طلب کیونکر ہو سکتی ہے۔

تشریح: شک کی تفصیل یہ ہے کہ سقراط۔افلاطون کے استاذ تھے، بڑے عابد و زاہد تھے، ان کے ایک شاگرد حکیم مائن نے سقراط کو مخاطب کر کے اعتراض کیا کہ ترتیب دے کر جس مطلوب کو آپ حاصل کر رہے ہیں وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو معلوم ہوگا یا مجہول اگر معلوم ہے تو تحصیل حاصل لازم آئے گا اور اگر مجہول ہے تو مجہول مطلق لازم آئے گا فکیف الطلب۔

جواب کا خلاصہ

معترض نے مطلوب کو دو ہی شقوں میں منحصر کر دیا حالانکہ مطلوب کی تیسری شق بھی ہے من وجہ معلوم من وجہ مجہول تو جب من وجہ معلوم ہے تو مجہول مطلق لازم نہیں آئے گا اور من وجہ مجہول ہے تو تحصیل حاصل لازم نہیں آئے گا۔

سوال

فعادقائلاًالوجه المعلوم معلوم والوجه المجهول مجهول،وحله ان الوجه المجهول ليس مجهولامطلقاًحتىٰ يمتنع الطلب فان الوجه المعلوم وجهه. عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: پھر معترض نے پلٹ کر سوال کیا کہ وجہ معلوم بہر حال معلوم ہے اور وجہ مجہول بہر حال مجہول ہے اور اس کا حل یہ ہے کہ وجہ مجہول مطلق نہیں ہے کہ اس کی طلب ممتنع

ہو کیونکہ وجہ معلوم، وجہ مجہول ہی کی وجہ ہے۔

توضیح: یہ ماقبل کے جواب پر اعتراض ہے معترض کہتا ہے کہ آپ کس مطلوب کو حاصل کر رہے ہیں من وجہ معلوم کو یا من وجہ مجہول کو، اگر من معلوم کو تو تحصیل حاصل لازم آئے گا اور اگر من مجہول کو تو مجہول مطلق لازم آئے گا۔

مصنفؒ نے حلًّہ سے جواب دیا کہ ہم من وجہ معلوم کو حاصل کر رہے رہا آپ کا یہ کہنا کہ طلب مجہول لازم آئے گا تو صحیح نہیں ہے اس لئے کہ مجہول کی دو قسمیں ہیں (۱) مجہول مطلق، جو کسی بھی اعتبار سے معلوم نہ ہو (۲) من وجہ معلوم ہو، جو عوارض کے اعتبار سے معلوم ہو جس مجہول کی طلب محال ہے وہ مجہول مطلق ہے اور ہم من وجہ مجہول کو حاصل کر رہے ہیں لہذا طلب مجہول نہیں ہوا۔

سوال

ولیس کل ترتیب مفیدا و لا طبعیا عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: اور ہر ترتیب مفید نہیں ہے اور نہ طبعی ہے۔

توضیح: یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ تمہیدی طور پر یہ جان لینا چاہیئے کہ ترتیب کی دو قسمیں ہیں (۱) ترتیب مفید (۲) ترتیب طبعی

ترتیب مفید کہتے ہیں کہ ترتیب کے وجود میں آنے کے بعد نتیجہ خود بخود حاصل ہو جائے، نظر و فکر کی ضرورت نہ رہے۔ اور ترتیب طبعی کہتے ہیں کہ ترتیب انسانی کے موافق ہو کہ اگر انسان اس سے نتیجہ نکالنا چاہے تو بغیر نظر و فکر کے نکال لے۔

اعتراض کی تقریر

ترتیب کے وجود کو مان لینے کے باوجود ہم منطق کی ضرورت کو تسلیم نہیں کرتے ہیں اس لئے کہ جس ترتیب سے آپ حاصل کریں گے وہ دو حال سے خالی نہیں مفید ہوگی

یا طبعی، دونوں صورتوں میں نتیجہ خود بخود حاصل ہوجائے گا اور جب نتیجہ خود بخود حاصل ہوجائے گا تو غلطی واقع نہیں ہوگی اور جب غلطی واقع نہیں ہوگی تو کسی قانون کی ضرورت نہیں پڑے گی اور جب کسی قانون کی ضرورت نہیں پڑے گی تو منطق کی ضرورت نہیں رہے گی۔ مصنفؒ نے اس اعتراض کا جواب مذکورہ عبارت سے دیا ہے۔

جواب کی تقریر

ہر ترتیب مفید اور ہر ترتیب طبعی نہیں ہے، بلکہ بعض مفید و طبعی ہیں اور بعض نہیں ہیں تو جہاں نہیں ہے وہاں غلطی واقع ہوگی اور جب غلطی واقع ہوگی تو وہاں منطق کی ضرورت پڑے گی اس لئے کہ اگر ہر ترتیب مفید و طبعی ہوتی تو حکماء کا آپس میں اختلاف نہیں ہوتا حالانکہ ہوتا ہے چنانچہ بعض نے ترتیب دیا کہ العالم مستغن عن المؤثر و کل مستغن عن المؤثر فھو قدیم فالعالم قدیم اور بعض نے ترتیب دی کہ العالم متغیر و کل متغیر حادث فالعالم حادث اور یہ بات ظاہر ہے کہ دونوں صحیح نہیں ہیں اور نہ دونوں غلط ہیں بلکہ بعض صحیح اور بعض غلط ہیں تو ان میں تمیز دینے کے لئے کسی قانون کی ضرورت پڑے گی وھو المنطق۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

سوال

وموضوعه المعقولات من حیث الایصال الی تصور او تصدیق. عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: اور منطق کا موضوع معقولات ہے اس حیثیت سے کہ وہ مجہول تصوری یا مجہول تصدیقی تک پہونچانے والا ہے۔

وضاحت: مقدمہ میں تین باتوں کا جاننا ضروری ہے تعریف، غرض وغایت، موضوع۔

تعریف اور غرض وغایت کو بیان کرنے کے بعد موضوع کو بیان کررہے ہیں۔ جاننا

چاہئے کہ موضوع کی دو قسمیں ہیں عام موضوع، خاص موضوع۔ منطق کا موضوع خاص ہے اور خاص کا سمجھنا عام پر موقوف ہوتا ہے، اس لئے پہلے عام موضوع کی تعریف سمجھئے۔

عام موضوع کی تعریف

ہر فن کا موضوع وہ شئ ہوتی ہے جس کے عوارض ذاتیہ سے اس فن میں بحث کی جائے مثلاً: علم نحو کا موضوع کلمہ اور کلام ہے اس لئے کہ اس میں انہی دونوں سے بحث ہوتی ہے۔

اس تعریف میں ایک لفظ آیا ہے عوارض، اس کو سمجھنا چاہئے ...... عوارض عارض کی جمع ہے جس کے معنی ہیں پیش آنے والی چیز اور جس کو پیش آئے اسے معروض کہتے ہیں، پھر عارض کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) عوارض ذاتیہ (۲) عوارض غریبہ، عوارض ذاتیہ تین چیزوں کے مجموعے کا نام ہے۔

(۱) عارض معروض کو بلا واسطہ پیش آئے جیسے تعجب انسان کو پیش آتا ہے بلا واسطہ

(۲) عارض معروض کو جز کے واسطہ سے پیش آئے جیسے حرکت انسان کو پیش آتی ہے حیوان کے واسطے سے اور حیوان انسان کا جز ہے، اس لئے انسان حیوان ناطق کے مجموعہ کا نام ہے۔

(۳) عارض معروض کو ایسے امر خارج کے واسطے سے پیش آئے جو اس کے مساوی ہے جیسے ضحک انسان کو پیش آتا ہے متعجب کے واسطے سے۔

عوارض غریبہ بھی تین چیزوں کے مجموعے کا نام ہے۔

(۱) عارض معروض کو پیش آئے امر خارج عام کے واسطے سے جیسے حرکت ابیض کو پیش آئے جسم کے واسطے سے، اس میں جسم سفید سے عام ہے اس لئے کہ سفید و غیر سفید دونوں جسم میں پایا جاتا ہے۔

(۲) عارض معروض کو پیش آئے امر خارج کے واسطے سے جیسے ضحک حیوان کو پیش

آئے انسان کے واسطے سے۔

(۳) عارض معروض کو پیش آئے امر خارج مبائن کے واسطے سے جیسے گرمی پانی کو پیش آئے آگ کے واسطے سے۔

منطق کا موضوع

منطق کا موضوع: وہ معلومات تصوریہ اور تصدیقیہ ہیں جو مجہولات تصوریہ اور تصدیقیہ تک پہونچاتے ہوں۔اس لئے کہ منطق میں انہی کے عوارض ذاتیہ سے بحث کی جاتی ہے اور جس کے عوارض ذاتیہ سے بحث کی جائے وہ اس کا موضوع ہوتا ہے لہذا معلومات تصوریہ وتصدیقیہ منطق کے موضوع ہیں۔

سوال

وما يطلب به التصور والتصديق يسمى مطلبا وامهات المطالب اربعةٌ، ما، اى، هل، لم. عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ : اور جس لفظ کے ذریعے طلب کی جاتی ہے اس کا نام مَطلب ہے، مطالب کے اصول چار ہیں ما، ای، هل، لم

وضاحت: نطق کے لئے تین چیزیں ضروری ہیں طالب، مطلوب، آلہ طلب۔

طالب منطقی ہیں۔مطلوب مجہولات ہیں۔اب آلہ طلب کو بیان کررہے ہیں آلہ طلب کو مطلب کہتے ہیں۔مطالب کی اولاً دو قسمیں ہیں اصول، فروع، پھر ان میں سے ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں تصور، **تصدیق تو کل چار** قسمیں ہوگئیں۔اصول تصور، اصول تصدیق، فروع تصور، فروع تصدیق ......اصول تصور دو ہیں: **ما، ای**۔اصول تصدیق بھی دو ہیں: **هل، لم**؛ یہ چار الفاظ ہیں، لیکن چھ معنوں میں **استعمال ہوتے** ہیں کیسے؟اس کو ایک دلیل حصر سے سمجھئے۔

جب کسی چیز کے بارے میں سوال کیا جائے گا تو سب سے پہلے سوال ہوگا اسی کے نام کے بارے میں اور جس لفظ کو آلہ طلب بنایا جائے گا وہ ماشارحہ ہے۔دوسرے نمبر پر سوال ہوگا اس کے وجود کے بارے میں اور جس لفظ کو آلہ طلب بنایا جائے گا وہ ہل بسیطہ ہے اور جب نام معلوم ہوگیا اور وجود معلوم ہوگیا تو تیسرے پر نمبر سوال ہوگا اس کے ذاتی اجزاء کے بارے میں کہ اس کی ذات کیا ہے، اب جس لفظ کو آلہ طلب بنایا جائے وہ ماحقیقہ ہے اور جب نام معلوم ہوگیا، وجود معلوم ہوگیا اور حقیقت معلوم ہوگئی تو اب چوتھے نمبر پر سوال ہوگا کہ کسی صفت زائدہ کے ساتھ متصف ہے یا نہیں، اب جس لفظ کو آلہ طلب بنایا جائے گا وہ ہل مرکبہ ہے اب جب نام معلوم ہوگیا، وجود معلوم ہوگیا، حقیقت معلوم ہوگئی اور صفت زائدہ معلوم ہوگئی تو اب صفت زائدہ ذاتی ہے یا عرضی ان کے درمیان تمیز دینے کی ضرورت پڑے گی اور جس لفظ کو آلہ تمیز بنایا جائے گا وہ ای ہے اب صفت زائدہ ذاتی ہے یا عرضی معلوم ہوگیا تو دلیل کی ضرورت پڑے گی اور جس لفظ کو آلہ طلب بنایا جائے گا وہ لم ہے۔

دلیل کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) دلیل انی (۲) دلیل لمی

دلیل انی

دلیل انی کہتے ہیں معلول سے علت پر استدلال کیا جائے اسی کو مصنفؒ نے لطلب الدلیل لمجرد التصدیق سے بیان کیا ہے مثلاً دھواں ہے معلول اور آگ ہے علت اب کوئی دھواں دیکھ کر کہے وہاں دھواں ہے اور جہاں دھواں ہو وہاں آگ ہوتی ہے لہذا وہاں آگ ہے یہ معلول سے علت پر استدلال ہے اس کا واقع کے مطابق ہونا ضروری نہیں ہے اس لئے کہ اگر کوئی دھواں ہاتھ میں لے لے تو دھواں ہے لیکن آگ نہیں ہے۔

دلیل لمی

دلیل لمی کہتے ہیں کہ علت سے معلول پر استدلال کرنا۔اس کا واقع کے مطابق ہونا

ضروری ہے اسی کو مصنفؒ نے للامر بحسب نفسہ سے بیان کیا ہے جیسے کوئی کہے یہاں آگ ہے اور جہاں آگ ہو وہاں دھواں ہوتا ہے لہذا یہاں دھواں ہے یہ واقع کے مطابق ہے۔

سوال

واَمامطلب من و کم،واین ومتی فھواماذنابات للای اومندرجةفی الھل المرکبة. عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ :اور بہرحال یہ مطالب یعنی من اور کم اور کیف اور این اور متیٰ تو یہ یا تو اسی کے تابع ہیں یا ھل مرکبہ میں داخل ہیں۔

وضاحت: ماقبل میں بیان کیا گیا تھا کہ مطالب کی اولا دو قسمیں ہیں، اصول وفروع یہاں سے فروع کو بیان کررہے ہیں، اگران تمام الفاظ کو ای کے تابع مانتے ہیں تو یہ تمام فروع تصوری ہوں گے اس لئے کہ ای اصول تصوری ہے اور اگران تمام کو ہل مرکبہ کے تابع مانتے ہیں تو فروع تصدیقی ہوں گے اس لئے کہ ہل مرکبہ اصول تصدیقی ہے۔

دلیل حصر

جب کوئی اجنبی سامنے آئے تو سب سے پہلے سوال ہوگا اس کے تعین کے بارے میں کہ یہ کون ہے اور جس لفظ کو آلہ طلب بنایا جائے گا وہ مَنْ ہے اب دوسرنمبرے پرسوال ہوگا اس کی مقدار کے بارے میں وہ کتنے ہیں اور جس لفظ کو آلہ طلب بنایا جائے گا وہ کَمْ ہے۔تیسرے نمبر پرسوال ہوگا مزاج کے بارے میں اور جس لفظ کو آلہ طلب بنایا جائے گا وہ **کیف** ہے ،چوتھے نمبر پرسوال ہوگا مکان کے بارے میں کہ کہاں سے آئے ہیں اور جس لفظ کو آلہ طلب بنایا جائے گا وہ اَین ہے،پانچویں نمبر پرسوال ہوگا زمان کے بارے میں کہ کب آئے ہیں اور جس لفظ کو آلہ طلب بنایا جائے گا وہ متیٰ ہے۔

سوال

التصورات قدمناها وضعاً لتقدمها طبعاً فان المجهول المطلق يمتنع عليه الحکم ۔ مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: یہ تصورات ہیں ہم نے تصورات کو وضع کے اعتبار سے مقدم کیا اس لئے کہ یہ طبع کے اعتبار سے مقدم ہیں، اس لئے کہ مجہول مطلق پر حکم لگانا ممتنع ہے۔

وضاحت: یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔

تمہید

تقدم کی پانچ قسمیں ہیں ۔تقدم ذاتی، تقدم طبعی، تقدم وضعی، تقدم شرفی

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

تقدم ذاتی

تقدم ذاتی کہتے ہیں کہ مقدم مؤخر کے لئے محتاج الیہ ہو اور علت تامہ بھی ہو علت تامہ کا مطلب یہ ہے کہ جہاں مقدم پایا جاتا ہو وہاں مؤخر کا پایا جانا ضروری ہو۔ جیسے طلوع شمس وجودِ نہار کے لئے علت تامہ ہے لہذا طلوع شمس کے بعد وجود نہار ضرور پایا جائے گا۔

تقدم طبعی

تقدم طبعی کہتے ہیں کہ مقدم مؤخر کے لئے محتاج الیہ ہو، لیکن علت تامہ نہ ہو جیسے کلمہ کلام کے لئے محتاج الیہ ہے، لیکن علت تامہ نہیں اس لئے کہ اگر علت تامہ ہو تو جہاں کلمہ ہوگا وہاں کلام کا پایا جانا ضروری ہوگا حالانکہ نہیں پایا جاتا ہے معلوم ہوا کہ علت تامہ نہیں ہے۔

تقدم وضعی

تقدم وضعی کہتے ہیں اس تقدم کو جس میں مقدم کو پہلے ذکر کیا جائے اور مؤخر کو بعد میں

ذکر کیا جائے۔

تقدم زمانی

تقدم زمانی اس تقدم کو کہتے ہیں جس میں مقدم پہلے زمانہ میں ہو اور مؤخر بعد کے زمانہ میں۔

تقدم شرفی

تقدم شرفی اس تقدم کو کہتے ہیں جس میں مقدم کو ایسا کمال ہو جو مؤخر کو حاصل نہ ہو۔

اعتراض کی تقریر

منطق کا موضوع معلوم تصوری وتصدیقی دونوں ہیں تو منطقیین تصور کو تصدیق پر کیوں مقدم کرتے ہیں یہ ترجیح بلا مرجح ہے۔

جواب کی تقریر

تصور تصدیق پر طبعاً مقدم ہے اور جو چیز طبعاً مقدم ہوتی ہے اس کو وضعاً مقدم کر دیا جاتا ہے، تاکہ وضع طبع کے مطابق ہو جائے۔

رہی یہ بات کہ تصور تصدیق پر طبعاً کیسے مقدم ہے۔تو اس طرح کہ تقدم طبعی کہتے ہیں کہ مقدم مؤخر کے لئے محتاج الیہ ہو، لیکن علت تامہ نہ ہو اور تصور تصدیق کے لئے محتاج الیہ تو ہے، لیکن علت تامہ نہیں ہے اور جو چیز محتاج الیہ ہو اور علت تامہ نہ ہو وہ طبعاً مقدم ہوتی ہے لہذا تصور تصدیق پر طبعاً مقدم ہے۔رہی یہ بات کہ علت تامہ کیوں نہیں ہے تو اس لئے کہ اگر علت تامہ ہو تو علت تامہ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جہاں مقدم پایا جائے وہاں مؤخر کا پایا جانا ضروری ہو، حالانکہ جہاں تصور پایا جائے وہاں تصدیق کا پایا جانا ضروری نہیں ہے معلوم ہوا کہ علت تامہ نہیں ہے۔ اور تصور محتاج الیہ اس لئے ہے کہ تصدیق میں حکم ہوتا ہے اور حکم کے لئے محکوم علیہ ومحکوم بہ اور نسبت حکمیہ کا متصور ہونا ضروری ہے اس لئے کہ اگر متصور نہ ہو تو مجہول مطلق لازم آیئے گا اور مجہول مطلق پر حکم لگانا ممتنع ہے تو اس تقریر سے

معلوم ہوا کہ تصدیق اپنے وجود میں تصور کا محتاج ہے تو تصور محتاج الیہ ہوگا اب دلیل کے دونوں جز ثابت ہو گئے۔ مصنف نے صرف اسی آخری جز کو ذکر کیا ہے **فان المجهول المطلق يمتنع عليه الحكم**.

سوال

فيه حكم فهو كذب وحله انه معلوم بالذات ومجهول بالعرض فالحكم وسلبه بالاعتبارين. مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: اس میں حکم ہے لہذا یہ جملہ صحیح نہیں ہے اور اس کا جواب یہ ہے کہ مجہول مطلق بالذات معلوم ہے اور بالعرض مجہول ہے اور حکم لگانا اور اس کی نفی کرنا دو اعتبار سے ہے۔

تشریح: ماقبل کی عبارت **فان المجهول المطلق يمتنع عليه الحكم** پر اعتراض ہے۔

اعتراض کی تقریر

المجهول المطلق محکوم علیہ ہے اور **يمتنع عليه الحكم** محکوم بہ ہے تو مجہول مطلق پر امتناع حکم کا حکم لگایا گیا ہے حالانکہ آپ نے خود کہا کہ مجہول مطلق پر حکم لگانا ممتنع ہے لہذا اس میں جھوٹ ہے **فهو كذب**.

حلہ کی تقریر

مجہول مطلق میں دو اعتبار ہیں (۱) ذات یعنی وصف مجہولیت (۲) عرض، تو ذات یعنی تلفظ کے اعتبار سے معلوم ہے اور عرض کے اعتبار سے مجہول ہے تو حکم لگانا ممتنع ہے عرض کے اعتبار سے اس لئے کہ مجہول ہے اور امتناع حکم کا حکم لگایا گیا ہے ذات کے اعتبار سے اس لئے کہ معلوم ہے تو اعتبار بدل گیا اور اعتبار کے بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں، لہذا کوئی تعارض نہیں ہے۔

سوال

الافادۃ انماتتم بالدلالۃ. مذکورہ عبارت سے مصنفؒ نے جس اعتراض کا جواب دیا ہے۔اشکال و جواب دونوں کی وضاحت کریں۔اشکال (مؤخر)

جواب

ترجمہ: افادہ دلالت سے ہی پورا ہوتا ہے۔

وضاحت: منطق کا موضوع معرِّف اور حجت ہے اور یہ دونوں معانی کے قبیل سے ہیں۔تو منطقیین الفاظ کی بحث کو کیوں مقدم کرتے ہیں۔

جواب کی تقریر

ہمیں تسلیم ہے کہ منطق کا موضوع معانی ہے،لیکن معانی کا مقصد افادہ واستفادہ ہے اور یہ دونوں الفاظ پر موقوف ہے تو الفاظ موقوف علیہ ہو گئے اور موقوف علیہ مقدم ہوتا ہے اس لئے الفاظ کی بحث کو مقدم کرتے ہیں اور الفاظ معانی پر دلالت کرتے ہیں۔اس لئے دلالت کی بحث کو مقدم کرتے ہیں۔

سوال

واذاکان الانسان مدنی الطبع کثیر الافتقار الی التعلیم والتعلم وکانت اللفظیۃ الوضعیۃ اعمہاو اسمہافلہاالاعتبار. مذکوررہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: اور جب انسان مدنی الطبع ہے اور تعلیم وتعلم کی جانب بے حد محتاج ہے اور دلالت لفظیہ وضعیہ تمام دلالتوں میں سب سے زیادہ عام اور سب کو شامل ہے اسی لئے اسی کا اعتبار ہے۔

تشریح: یہ سوال مقدر کا جواب ہے۔سوال کی تقریر

جب دلالت کی چھ قسمیں ہیں تو مناطقہ صرف دلالت لفظیہ وضعیہ سے ہی کیوں بحث کرتے ہیں۔ مصنفؒ نے جواب دیا کہ انسان مدنی الطبع ہے یعنی شہری زندگی گذارنے والا ہے، اس لئے بہت ساری چیزوں کا محتاج ہوتا ہے، لیکن زیادہ ضرورت جس چیز کی پڑتی ہے وہ تعلیم وتعلم ہے اور تعلیم وتعلم صرف دلالت لفظیہ وضعیہ سے ہی حاصل ہوتا ہے اس لئے اسی سے بحث کرتے ہیں۔

فائدہ: رہی یہ بات کہ دلالت لفظیہ وضعیہ کے علاوہ پانچ سے تعلیم وتعلم کیوں نہیں ہوتا ہے تو اس لئے کہ دلالت غیر لفظیہ میں الفاظ ہی نہیں ہیں اور تعلیم وتعلم الفاظ ہی سے ہوتا ہے اس لئے اس سے تعلیم وتعلم نہیں ہوتا ہے۔ باقی دلالت لفظیہ طبعیہ وعقلیہ تو طبعیہ میں افادہ خاص اوقات میں ہوتا ہے مثلاً کوئی بیمار پڑے یا درد ہو تو اُخ اُخ کرے گا۔ تو اس وقت عقلیہ میں افادہ ہوگا، لیکن اس میں علت ومعلول کا علاقہ ہوتا ہے جس کا سمجھنا سب کے بس کی بات نہیں ہے اس تقریر سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ تعلیم وتعلم زیادہ دلالت لفظیہ وضعیہ ہی سے ہوتا ہے۔

سوال

ومن ھٰھنا تبین ان الالفاظ موضوعة للمعانی من حیث ھی ھی. یہ مسئلہ کس پر متفرع ہے اس کو ذکر کرکے مسئلہ کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: اور یہیں سے یہ بات ثابت واضح ہوگئی کہ الفاظ معانی کے لئے من حیث ھی ھی وضع کئے گئے ہیں۔

تشریح: ھٰھنا کا مشار الیہ و انکان الانسان مدنی الطبع ہے اور اسی پر تفریع ہے۔

مسئلہ کی وضاحت

اس بات میں تمام کا اتفاق ہے کہ الفاظ کو معانی کے لئے وضع کیا گیا ہے، لیکن

اختلاف اس بات میں ہے کہ معانی میں سے صورت ذھنیہ کے لئے وضع کیا گیا ہے یا صورت خارجیہ کے لئے، بعض نے کہا کہ صورت ذہنیہ کے لئے اور بعض نے کہا کہ صورت خارجیہ کے لئے، لیکن مصنفؒ ماقبل کی عبارت سے تفریع کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ الفاظ کو مطلق معانی کے لئے وضع کیا گیا ہے اس لئے کہ ماقبل سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ معانی کا مقصد تعلیم وتعلم ہے اور تعلیم و تعلم مطلق معانی سے ہوتا ہے اس لئے الفاظ کو مطلق معانی کے لئے وضع کیا گیا ہے۔

سوال

فدلالة اللفظ على تمام ماوضع له من تلك الحيثية مطابقة وعلى جزئه تضمن وعلى الخارج التزام. مذکورہ عبارت کیترجمہ کرکے مختصراً توضیح کریں نیز حیثیت کی قید کا فائدہ بھی لکھیں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب

ترجمہ: تو لفظ کا اپنے موضوع لہ پر تمام موضوع ہونے کی حیثیت سے دلالت کرنا مطابقی ہے اور جزِ موضوع لہ پر دلالت کرنا تضمنی ہے اور خارجِ موضوع لہ پر دلالت کرنا التزامی ہے۔

وضاحت: یہاں سے مصنفؒ دلالت لفظیہ وضعیہ کی تقسیم کررہے ہیں۔ دلالت لفظیہ وضعیہ کی تین قسمیں ہیں، دلالت مطابقی، دلالت تضمنی، دلالت التزامی

دلالت مطابقی: لفظ پورے معنی موضوع لہ پر دلالت کرے اس حیثیت سے کہ وہ موضوع لہ ہے۔

دلالت تضمنی

لفظ معنی موضوع لہ کے جز پر دلالت کرے اس حیثیت سے کہ وہ معنی موضوع لہ کا جز ہے۔

دلالت التزامی

لفظ معنی موضوع لہ کے خارج لازم پر دلالت کرے اس حیثیت سے کہ وہ لازم ہے۔

وجہ تسمیہ

دلالت مطابقی کو مطابقی اس لئے کہتے ہیں کہ یہ مطابقت سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں موافق ہونا اور چونکہ لفظ پورے معنیٰ موضوع لہ پر دلالت کرتا ہے گویا لفظ معنی کے موافق ہو گیا۔

دلالت تضمنی کو تضمنی اس لئے کہتے ہیں کہ یہ ضمن سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں ضمن میں ہونا اور لفظ معنی موضوع لہ کے جز ہونے پر دلالت کرتا ہے اور جز ہمیشہ ضمن میں ہوتا ہے تو گویا لفظ اس معنی پر دلالت کرتا ہے جو ضمن میں ہے۔

دلالت التزامی کو التزامی اس لئے کہتے ہیں کہ لفظ معنی موضوع لہ کے خارج لازم پر دلالت کرتا ہے۔

من حیث کی قید کا فائدہ

اگر تعریف میں حیثیت کی قید نہ لگائی جاتی تو تعریف ایک دوسرے سے ٹوٹ جاتی ،مطابقی کی تضمنی سے، تضمنی کی مطابقی سے، مطابقی کی التزامی سے اور التزامی کی مطابقی سے، کیسے؟

تمہید

(۱) ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک لفظ کو جز اور کل دونوں کے لئے وضع کیا گیا ہو مثلاً لفظ امکان کو امکان خاص اور امکان عام دونوں کے لئے وضع کیا گیا ہے اور امکان عام امکان خاص کا جز ہے۔

(۲) ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک لفظ کو لازم وملزوم دونوں کے لئے وضع کیا گیا ہو۔ جیسے لفظ شمس کو وضع کیا گیا ہے سورج کے لئے اور سورج کی روشنی کے لئے اور روشنی سورج کے

لئے لازم ہے۔

اب سنئے......!(۱) دلالت مُطابقی ٹوٹ جاتی ہے تضمنی سے

کوئی لفظ امکان بولتا ہے اور امکان خاص مراد لیتا ہے تو یہ دلالت مطابقی ہوئی، لیکن امکان عام کا بھی احتمال ہے اس لئے کہ اس کے لئے بھی وضع کیا گیا ہے اور جب احتمال ہے تو دلالت ہوگی اور یہ جز ہے تو جز پر دلالت ہوگی اور جز پر دلالت تضمنی ہوتی ہے تو مُطابقی ٹوٹ گئی تضمنی سے۔

(۲) تضمنی ٹوٹ جاتی مُطابقی سے

کوئی لفظ امکان بولتا ہے اور امکان عام مراد لیتا ہے تو یہ دلالت تضمنی ہوئی، لیکن امکان خاص کا بھی احتمال ہے اس لئے کہ اس کے لئے بھی وضع کیا گیا ہے اور جب احتمال ہے تو دلالت ہوگی اور یہ کل ہے تو کل پر دلالت ہوئی اور کل پر دلالت مطابقی ہوتی ہے تو تضمنی ٹوٹ گئی مطابقی سے۔

(۳) مطابقی ٹوٹ جاتی التزامی سے

کوئی لفظ شمس بولتا ہے اور سورج مراد لیتا ہے تو یہ دلالت مُطابقی ہوئی، لیکن روشنی کا بھی احتمال ہے، اس لئے اس کے لئے کہ بھی وضع کیا گیا ہے اور جب احتمال ہے، تو دلالت ہوگی اور یہ لازم ہے تو لازم پر دلالت ہوئی اور لازم پر دلالت الزامی ہوتی ہے تو مطابقی ٹوٹ گئی التزامی سے۔

(۴) التزامی ٹوٹ جاتی مطابقی سے

کوئی لفظ شمس بولتا ہے اور روشنی مراد لیتا ہے تو دلالت التزامی ہوئی، لیکن سورج کا بھی احتمال ہے، اس لئے کہ اس کے لئے بھی وضع کیا گیا ہے اور جب احتمال ہے تو دلالت ہوگی اور یہ ملزوم ہے تو دلالت ملزوم پر ہوئی اور ملزوم پر دلالت مطابقی ہوتی ہے تو التزامی ٹوٹ گئی مطابقی سے۔

حیثیت کی قید سے تعریف کیوں نہیں ٹوٹتی؟

حیثیت کی قید سے تعریف اس لئے نہیں ٹوٹتی کہ، پہلی صورت میں جب لفظ امکان بول کرامکان خاص مرادلیں گے اس حیثیت سے کہ پورا معنی موضوع لہ ہے اب امکان عام پر دلالت تو ہوگی، لیکن موضوع لہ کے جز ہونے کی حیثیت سے نہ کہ کل ہونے کی حیثیت سے، اسی طرح دوسری صورت میں جب لفظ امکان بول کرامکان عام مرادلیں گے اس حیثیت سے کہ جز ہے تواب امکان خاص پر دلالت تو ہوگی، لیکن کل ہونے کی حیثیت سے نہ کہ جز، اسی طرح تیسری صورت میں لفظ شمس بول کر سورج مرادلیں گے اس حیثیت سے کہ کہ ملزوم ہے اب روشنی پر دلالت تو ہوگی، لیکن لازم ہونے کی حیثیت سے نہ کہ ملزوم، اسی طرح چوتھی صورت میں لفظ شمس بول کرروشنی مرادلیں گے اس حیثیت سے کہ لازم ہے اب سورج پر دلالت تو ہوگی لیکن ملزوم ہونے کی حیثیت سے نہ کہ لازم۔

سوال

ولابدمن علاقۃمصححۃ عقلیۃ اوعرفیۃ. مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: اورضروری ہے کہ کسی ایسے علاقہ کا ہونا جوخارج کی طرف انتقال کوصحیح کررہا ہو چاہے عقلیہ ہویاعرفیہ۔

وضاحت: یہاں سے مصنفؒ یہ بیان کررہے ہیں کہ دلالت التزامی میں دلالت خارج لازم پرہوتی ہے اورظاہری بات ہے کہ ملزوم سے لازم کی طرف ذہن کے منتقل کرنے کے لئے کسی نہ کسی علاقہ کی ضرورت پڑے گی وہ علاقہ دو ہیں۔عقلیہ،غیرعرفیہ

علاقہ عقلیہ

علاقہ عقلیہ کہتے ہیں کہ ملزوم سے ذہن لازم کی طرف منتقل ہوعقل کے تقاضہ کی وجہ سے جیسے باپ کے تصور سے بیٹا کا تصور ہوتا ہے عقل کے تقاضہ کی وجہ سے،اس لئے کہ

عقل یہ بتاتی ہے کہ نابینا ایسے شخص کو کہیں گے جس کے اندر دیکھنے کی صلاحیت ہو، لیکن نہ دیکھتا ہو اس لئے کہ جس کے اندر دیکھنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے اسے نہیں کہیں گے۔ جیسے قلم، دیوار۔

علاقہ عرفیہ

علاقہ عرفیہ کہتے ہیں کہ ملزوم کے تصور سے ذہن لازم کی طرف منتقل ہو رہا ہو عرف عام کی وجہ سے۔ جیسے لفظ حاتم بولا جاتا ہے تو عرف عام کی وجہ سے ذہن سخاوت کی طرف منتقل ہوتا ہے۔

سوال

قیل التزام مهجور فی العلوم لانه عقلی ونقض بالتضمن. مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ : کہا گیا ہے کہ دلالت التزامی علوم میں متروک ہے اس لئے کہ عقلی ہے اور اس پر دلالت تضمنی کے ذریعے نقض وارد کیا گیا ہے۔

وضاحت: بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ دلالت الزامی علوم میں متروک ہے دلیل یہ ہے کہ یہ عقلی ہے اور ہر عقلی متروک ہوتی ہے لہذا یہ متروک ہے مصنف ؒ نے اس پر نقض وارد کیا ہے۔ نقض کی دو قسمیں ہیں۔ اجمالی، تفصیلی

نقض اجمالی

نقض اجمالی کہتے ہیں دلیل ہی کا انکار کر دینا۔

نقض تفصیلی

نقض تفصیلی کہتے ہیں دلیل کے کسی جز کا انکار کر دینا۔ یہاں مراد نقض تفصیلی ہے۔

نقض تفصیلی کی تقریر

دلیل کا کبریٰ ہمیں تسلیم نہیں ہے کہ ہر عقلی متروک ہے اس لئے کہ اگر ہر عقلی متروک ہوتی تو دلالت تضمنی بھی متروک ہوتی اس لئے کہ اس میں بھی پورا لفظ بولا جاتا ہے اور صرف جز مراد لیا جاتا ہے یہ بھی عقل سے ہوتا ہے، حالانکہ دلالت تضمنی متروک نہیں ہے اس سے معلوم ہو کہ دلالت التزامی بھی متروک نہیں ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

سوال

ویلزمهما المطابقة ولا عكس، اما التضمنية والالتزامية فلا لزوم بينهما. مذکورہ عبارت کی مکمل تحقیق کریں۔

جواب

ترجمہ: اوران دونوں کے لئے مطابقت لازم ہے اور اس کے برعکس نہیں ہے اور بہرحال تضمنی اور التزامی تو ان کے درمیان کوئی لزوم نہیں ہے۔

تشریح: اس عبارت میں مصنفؒ نے چھ دعوے کئے ہیں۔

(۱) جہاں مطابقی پائی جائے وہاں تضمنی کا پایا جانا ضروری نہیں ہے، اس لئے کہ ایسا ہوسکتا ہے کہ ایک لفظ کو کسی معنی بسیط کے لئے وضع کیا گیا ہو تو چونکہ بسیط معنی موضوع لہ ہے اس لئے مطابقی پائی جائے گی اور بسیط ہے اس میں جز نہیں ہے اس لئے تضمنی نہیں پائی جائے گی۔

(۲) جہاں مطابقی پائی جائے وہاں التزامی کا پایا جانا ضروری نہیں ہے اس لئے کہ ایسا ہوسکتا ہے کہ ایک لفظ کو کسی ایسے معنی کے لئے وضع کیا گیا ہو جس کے لئے کوئی لازم نہ ہو جب معنی موضوع لہ ہے تو مطابقی پائی گئی اور لازم نہیں ہے اس لئے التزامی نہیں پائی گئی۔

(۳) جہاں تضمنی پائی جائے وہاں التزامی کا پایا جانا ضروری نہیں ہے اس لئے کہ ایسا

ہوسکتا ہے کہ ایک لفظ کو کسی ایسے معنی مرکب کے لئے وضع کیا گیا ہو جس کا کوئی لازم نہیں ہے، تو جب معنی مرکب ہے تو جز ہے اور جز ہے تو تضمنی پائی جائے گی اور چونکہ لازم نہیں ہے، اس لئے التزامی نہیں پائی جائے گی۔

(۴) جہاں التزامی پائی جائے وہاں تضمنی کا پایا جانا ضروری نہیں ہے اس لئے کہ ایسا ہوسکتا ہے کہ ایک لفظ کو کسی معنی بسیط کے لئے وضع کیا گیا ہو جس کے لئے لازم ہو اور جب بسیط ہے تو جز نہیں ہے اور جب جز نہیں ہے تو تضمنی نہیں پائی جائے گی اور لازم ہے تو التزامی پائی جائے گی۔

(۵) جہاں تضمنی پائی جائے وہاں مطابقی کا پایا جانا ضروری ہے اس لئے کہ تضمنی میں جز پر دلالت ہوتی ہے اور جہاں جز پایا جائے گا وہاں کل کا پایا جانا ضروری ہے۔

(۶) جہاں التزامی پائی جائے وہاں مطابقی کا پایا جانا ضروری ہے اس لئے کہ التزامی میں لازم پر دلالت ہوتی ہے اور جہاں لازم پایا جائے وہاں ملزوم کا پایا جانا ضروری ہے۔

سوال

وکونہ لیس غیرہ لیس ممایسبق الذھن الیہ دائماً. مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ : اور شئ کا لیس غیرہ ہونا ان میں سے نہیں ہے جن کی طرف ذہن ہمیشہ سبقت کرتا ہو۔

سوال کی تقریر

آپ کا یہ کہنا کہ جہاں مطابقی پائی جائے وہاں التزامی کا پایا جانا ضروری نہیں ہے ہمیں تسلیم نہیں ہے، اس لئے کہ ہر شئ کے لئے کم سے کم اتنا لازم ہے کہ یہ اپنے علاوہ

نہیں ہے اور جب ہر شئ کے لئے لازم پایا گیا، تو جہاں مطابقی وہاں التزامی ضرور پائی جائے گی۔

مصنفؒ نے اس کا جواب دیا کہ لازم کی دو قسمیں ہیں لازم بین، لازم غیر بین

لازم بین

لازم بین کہتے ہیں کہ ذہن فوراً لازم کی طرف منتقل ہو جائے ۔اور غیر بین: کہتے ہیں کہ ذہن لازم کی طرف منتقل نہ ہو تو دلالت التزامی میں لازم بین مراد ہے اور لیس غیرہ لازم غیر بین ہے تو جو مراد ہے وہ پایا نہیں جا رہا ہے اور جو پایا جا رہا ہے وہ مراد نہیں ہے۔

سوال

والحق ان الکلمات الوجودیة منھافان کان مثلاًمعناہ کون الشئ شیألم یذکر بعدُہٗ تسمیتُھا کلمات لتصرفھاو دلالتھاعلی الزمان. مذکورہ عبارت کی ترجمہ کرکے، وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: اور حق بات یہ ہے کہ کلمات وجودیہ ادات کے قبیل سے ہیں اس لئے کہ مثلاً کان اس کے معنی ہیں ایسی شئ کا ہونا جو ابھی ذکر نہیں کی گئی ہے اور ان کا کلمات نام رکھنا اس لئے ہے کہ یہ ان کی گردانیں بھی ہوتی ہے اور زمانہ پر دلالت بھی کرتے ہیں۔

وضاحت: اس عبارت میں مناطقہ ونحویین کے درمیان مختلف فیہ مسئلہ کو بیان کیا گیا ہے مناطقہ کا کہنا ہے کہ افعال ناقصہ ادات ہیں اس کے برخلاف نحویین کا کہنا ہے کہ افعال ناقصہ کلمہ ہیں۔ نحویین کی دلیل یہ ہے کہ افعال ناقصہ کو کلمات وجودیہ بھی کہتے ہیں کلمہ اور فعل مترادف ہیں معلوم ہوا کہ افعال ناقصہ کلمہ ہیں، مصنفؒ کہتے ہیں کہ حق بات مناطقہ کی ہے، اس لئے کہ افعال ناقصہ کے معنی مستقل نہیں ہیں، جب تک اسم وخبر کو نہ ملایا جائے معنی تام نہیں ہوتے ہیں اور جس کے معنی مستقل نہ ہو وہ ادات ہوتا ہے، لہذا افعال ناقصہ ادات ہے

مثلاًکان کے معنی ہونا جب اسم وخبر کو نہ ملایا معنی تام نہیں ہوتے ہیں، معلوم ہوا کہ یہ ادات ہیں۔

رہا نحویین کا کہنا کہ اس کو کلمات وجودیہ بھی کہتے ہیں تو اس لئے کہ اس کی گردانیں بھی ہوتی ہیں اور زمانے پر دلالت بھی کرتا ہے۔

سوال

وليس كل فعل عندالعرب كلمة عندالمنطقيين فان نحو امشي مثلاًفعل وليس بكلمةلاحتماله الصدق والكذب بخلاف يمشي. مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: اور ایسا نہیں ہے کہ ہر وہ لفظ جو فعل ہو عرب کے نزدیک، کلمہ ہو منطقیوں کے نزدیک، اس لئے کہ مثلاً: امشی فعل ہے اور کلمہ نہیں ہے صدق وکذب کے احتمال رکھنے کی وجہ سے بخلاف یمشی کے۔

وضاحت: اس عبارت سے مصنفؒ ایک شبہ کا ازالہ کر رہے ہیں وہ یہ ہے کہ نحویین کے نزدیک جو اسم ہے وہی مناطقہ کے نزدیک بھی اسم ہے اور جو نحویین کے نزدیک حرف ہے وہی مناطقہ کے نزدیک ادات ہے اس سے شبہ ہوتا ہے کہ جو نحویین کے نزدیک فعل ہے وہی مناطقہ کے نزدیک کلمہ ہے۔ مصنفؒ کہتے ہیں دونوں میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے کلمہ خاص ہے فعل عام ہے ہر کلمہ فعل ہوگا، لیکن ہر فعل کلمہ نہیں ہوگا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ کلمہ کہتے ہیں اس مفرد کو جس کے معنی مستقل ہوں اور زمانہ پر دلالت کرے اور فعل کہتے ہیں جس کے معنی مستقل ہوں اور زمانے پر دلالت کرے چاہے مفرد ہو یا مرکب گویا کلمہ کے لئے زمانے پر دلالت کرنے کے ساتھ مفرد ہونا ضروری ہے اور فعل کے لئے صرف زمانے پر دلالت کرنا ضروری ہے مثلاً امشی فعل ہے، لیکن کلمہ نہیں ہے فعل اس لئے کہ

زمانہ پر دلالت کر رہا ہے اور کلمہ اس لئے نہیں ہے کہ مرکب ہے اور کلمہ کے لئے مفرد ہونا ضروری ہے، رہی یہ بات کہ امشی مرکب کیسے ہے تو اس طرح کہ ہمزہ دلالت کر رہا ہے تکلم پر اور لفظ مشی دلالت کر رہا ہے مصدری معنی پر، تو لفظ کا جز معنی کے جز پر دلالت کر رہا ہے لہذا مرکب ہے، بخلاف یمشی دونوں ہے، اس لئے کہ زمانہ پر دلالت کر رہا ہے اور کلمہ اس لئے کہ مفرد ہے اس لئے کہ یا تعین فاعل پر دلالت نہیں کر رہی ہے، تو لفظ کا جز معنی پر دلالت نہیں کر رہا ہے لہذا یہ مفرد ہے۔

سوال

ومن خواصه الحکم علیه وقولهم من حرف جر وضرب فعل ماض لایرد فانه حکم علی نفس الصوت لاعلی معناه والمختص به هوهذا والاول یجری فی المهملات ایضاً. مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: اور اسم کے خواص میں سے محکوم علیہ ہونا ہے اور ان کا قول اور ضرب فعل ماض ہے۔ سابقہ دعوے پر اعتراض وارد نہیں ہے، اس لئے کہ یہ حکم آواز پر ہے نہ کہ معنی پر اور وہ چیز جو اسم کے ساتھ خاص ہے وہ یہی ہے (معنی کے اعتبار سے محکوم علیہ ہونا) اور پہلی چیز تو مہملات میں بھی جاری ہوتی ہے۔

وضاحت: اسم کے بہت خاصے ہیں ان میں سے مصنفؒ ایک کو بیان کر رہے ہیں مابعد کی عبارت کو مربوط کرنے کے لئے۔ خاصہ کہتے ہیں جو کسی شئ میں پائی جائے اور اس کے علاوہ میں نہ پائی جائے۔ اسم کا خاصہ محکوم علیہ ہونا ہے، اس پر اعتراض ہوتا ہے جس کا جواب مصنفؒ نے وقولهم سے دیا ہے۔

اعتراض کی تقریر

آپ نے کہا کہ اسم کا خاصہ محکوم علیہ ہونا ہے یہ درست نہیں ہے اس لئے کہ خاصہ

کہتے ہیں جو کسی شئ میں پائی جائے اور اس کے علاوہ میں نہ پائی جائے حالانکہ میں دو مثالیں دیتا ہوں جن میں ایک جگہ حرف محکوم علیہ ہے اور ایک جگہ فعل محکوم علیہ ہے۔

حرف کی مثال: من حرف جر، من حرف جر ہے تو من محکوم علیہ ہے۔

فعل کی مثال: ضرب فعل ماض ضرب فعل ماضی ہے ضرب محکوم علیہ ہے اور فعل ماضی محکوم بہ ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب کی تقریر

محکوم علیہ کے دو اعتبار ہیں۔(۱) محکوم علیہ لفظی یعنی صرف تلفظ کے اعتبار سے محکوم علیہ ہو(۲) محکوم علیہ معنوی، تو اسم کا خاصہ ہونا محکوم علیہ معنوی ہے اور فعل وحرف کا محکوم علیہ ہونا یہ لفظی ہے تو جو مراد ہے وہ لازم نہیں آرہا ہے اور جو لازم آرہا ہے وہ مراد نہیں ہے اسی کو مصنفؒ نے والمختص بہ ہو ہذا سے بیان کیا ہے۔

قولہ : الاول سے مصنفؒ بطور ترقی یہ کہتے ہیں کہ لفظی اعتبار سے محکوم علیہ ہونا موضوع تو موضوع مہملات میں بھی جاری ہوتا ہے جیسے کہا جاتا ہے جسق مہمل ،جسق مہمل ہے اس میں جسق محکوم علیہ ہے، جو کہ مہمل ہے۔

سوال

وایضاًان تحدمعناہ فمع تشخصہ جزئی وبدونہ متواط ان تساوت افرادہ فی الصدق والافمشکک . دلیل حصر کی اس طرح وضاحت کریں کہ تمام کی تعریف واضح ہو جائے۔

جواب

ترجمہ :اور نیز اگر مفرد کے معنی واحد ہیں تو اس معنی کے تعین کے ساتھ جزئی ہے اور تعین کے بغیر متواطی ہے اگر اس کے افراد صادق آنے میں برابر ہوں، ورنہ مشکک ہے۔

وضاحت: ماقبل میں مصنفؒ نے مفرد کی استقلال معنی اور عدم استقلال معنی کے

اعتبار سے تقسیم کی تھی اب وحدت معنی اور کثرت معنی کے اعتبار سے تقسیم کرر ہے ہیں۔

دلیل حصر کی تقریر

مفرد دو حال سے خالی نہیں معنی ایک ہوں گے یا زیادہ وہ اگر ایک ہے تو دو حال سے خالی نہیں یا تو ایک معنی مشخص ہوگا یا نہیں اگر مشخص ہے تو جزئی اور اگر مشخص نہیں ہے؛ بلکہ بہت سارے افراد پر صادق آتا ہے تو پھر دو حال سے خالی نہیں، تمام افراد پر برابر برابر صادق آتا ہے یا نہیں، اگر برابر برابر صادق آتا ہے تو متواطی ورنہ مشکک

وجہ تسمیہ

کلی متواطی کو متواطی اس لئے کہتے ہیں کہ متواطی تواطو سے مشتق ہے اس کے معنی ہیں برابری۔ یہ معنی اپنے افراد پر برابر برابر صادق آتا ہے اس لئے اس کا نام متواطی ہے۔

کلی مشکک کو مشکک اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں شک میں ڈالنے والا؛ چونکہ اپنے دیکھنے والوں کو شک میں ڈال دیتا ہے کہ متواطی ہے یا مشترک؛ اس لئے کہ اس میں دو چیزیں ہیں۔

وحدت معنی، اس اعتبار سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلی متواطی ہے دوسرا اپنے افراد پر کمی زیادتی کے ساتھ صادق آنا ہے، اس اعتبار سے معلوم ہوتا ہے کہ الگ الگ معنی کے لئے وضع کیا گیا ہے؛ اس لئے مشترک ہے، تو اپنے دیکھنے والوں کو شک میں ڈال دیتا ہے؛ اس لئے مشکک کہتے ہیں۔

سوال

ویدخل فیه المضمرات واسماء الاشارات فان الوضع فیهاوان کان عامالکن الموضوع له خاص علی ماهوالتحقیق. مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: اور جزئی کی تعریف میں ضمائر اور اسمائے اشارات داخل ہیں،اس لئے کہ ان میں وضع اگرچہ عام ہے لیکن جس کے لئے وضع کئے ہیں وہ خاص ہے،یہی بات تحقیق کے مطابق ہے۔

توضیح:اس عبارت سے مصنفؒ ایک اختلافی مسئلہ کو بیان کرر ہے ہیں وہ یہ ہے کہ ضمیریں اور اسماء اشارات جزئی میں داخل ہیں یا نہیں؟

حضرت علامہ تفتازانیؒ فرماتے ہیں کہ جزئی میں داخل نہیں ہیں؛اس لئے کہ ان تمام کو وضع کیا گیا ہے ایک امر کلی کے لئے اس شرط کے ساتھ کہ جب بھی استعمال ہوگا تو جزئی میں ہوگا مثلاً انا ضمیر متکلم اس کو وضع کیا گیا ہے ہر متکلم کے لئے اس شرط کے ساتھ کہ جب بھی استعمال ہوگا تو متکلم میں اور ہر متکلم متشخص نہیں ہے اور جب متشخص نہیں ہے تو جزئی بھی نہیں ہے۔مصنفؒ کہتے ہیں کہ ہماری تحقیق کے مطابق یہ تمام جزئی میں داخل ہیں۔

دلیل سے پہلے بطور تمہید چند باتیں ملاحظہ فرمائیں۔

وضع کی چار قسمیں ہیں

(۱) وضع خاص ہو موضوع لہ بھی خاص ہو جیسے لفظ زید کو وضع کیا گیا ہے ذات زید کے لئے۔

(۲) وضع عام ہو اور موضوع لہ بھی عام ہو جیسے اسم فاعل کو وضع کیا گیا ہے ہر اس ذات کے لئے جس کے ساتھ فعل قائم ہو۔

(۳) وضع خاص ہو اور موضوع لہ عام ہو جیسے لفظ انسان کو وضع کیا گیا ہے کلی کے لئے۔

(۴) وضع عام ہو اور موضوع لہ خاص ہو یعنی وہ خاص ہے جیسے **انا** لفظ کو جب وضع کیا گیا تو عموم کا لحاظ کیا گیا؛لیکن جس معنی کے لئے وضع کیا گیا وہ خاص ہے یعنی متکلم جیسے **انا** جب وضع کیا گیا تو عموم کا لحاظ کیا گیا،لیکن جس معنی کے لئے وضع کیا گیا ہے وہ خاص ہے۔اسی طرح ہذا جب وضع کیا گیا تو عموم کا لحاظ کیا گیا؛لیکن جس معنی کے لئے وضع

کیا گیا وہ خاص ہے یعنی قریب کے لئے۔

اب سنئے...... ! مصنف کہتے ہیں کہ ضمائر واسماء اشارات میں وضع اگرچہ عام ہے، لیکن موضوع لہ خاص ہے اور جب موضوع لہ خاص ہے تو معنی متشخص ہو گئے اور جس کے معنی متشخص ہوں وہ جزئی لہذا یہ تمام کے تمام جزئی ہیں۔ علی ما ہو التحقیق

سوال

وحصرو التفاوت فی الاولویة والاولیة والشدة والزیادة ولاتشکیک فی الماهیات ولافی العوارض بل فی اتصاف الافرادبهافلاتشکیک فی الجسم ولافی السوادبل فی اسود. مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب:

قوله وحصر: اور مناطقہ نے تفاوت کو اولویت اور اولیت اور شدت اور زیادہ میں منحصر کیا ہے اور تشکیک ماہیت میں نہیں ہے اور نہ عوارض میں ہے بلکہ افراد کے عوارض کے ساتھ متصف ہوتے ہیں ہے لہذا جسم میں تشکیک نہیں ہے اور سواد میں تشکیک نہیں ہے بلکہ اسود میں تشکیک ہے۔

قوله والتفاوت: مشکک میں تشکیک ہوتی ہے اور تشکیک کہتے ہیں تفاوت کو تو مشکک میں تفاوت ہوتا ہے اسی تفاوت کو مصنف بیان کررہے ہیں۔ اس کی چار صورتیں ہیں (۱) تشکیک بالاولویۃ (۲) تشکیک بالاولیۃ (۳) تشکیک بالشدت (۴) تشکیک بالزیادۃ

ہر ایک کی تعریف

تشکیک بالاولویت

تشکیک بالاولویۃ کہتے ہیں کلی اپنے بعض افراد پر بلاواسطہ صادق آئے اور بعض پر بالواسطہ صادق آئے جیسے روشنی ایک کلی ہے سورج کی روشنی پر بلاواسطہ صادق آتا ہے اور

چاند کی روشنی پر بالواسطہ۔

تشکیک بالاولیت

تشکیک بالاولیت کہتے ہیں کلی اپنے بعض افراد پر علت ہونے کے اعتبار سے اور بعض پر معلول ہونے کے اعتبار سے صادق آئے۔ جیسے وجود ایک کلی ہے اللہ کے وجود پر علت کے اعتبار سے اور مخلوق کے وجود پر معلول کے اعتبار سے صادق آتا ہے۔

تشکیک بالشدت

تشکیک بالشدت کہتے ہیں کلی اپنے بعض افراد پر کیفیت کے اعتبار سے زیادتی کے ساتھ اور بعض پر کمی کے ساتھ صادق آئے۔ جیسے سفیدی ایک کلی ہے برف پر زیادتی کے ساتھ اور ہاتھی کے دانت پر کمی کے ساتھ صادق آتی ہے۔

تشکیک بالزیادت

تشکیک بالزیادت کہتے ہیں کلی اپنے بعض افراد پر کمیت کے اعتبار سے زیادتی کے ساتھ صادق آئے اور بعض پر کمی کے ساتھ صادق آئے۔ جیسے میٹر ایک کلی ہے دس میٹر پر زیادتی کے ساتھ اور پانچ میٹر پر کمی کے ساتھ صادق آتا ہے۔

قولہ : **ولاتشکیک فی الماھیات** ۔اس عبارت سے مصنف محل تشکیک کو بیان کرتے ہیں۔

مصنفؒ کہتے ہیں کہ ماہیت میں تشکیک نہیں ہوتی ہے؛ اس لئے کہ ماہیت من حیث ہی ہی اپنے افراد کی طرف نظر کرتے ہوئے برابر ہے۔ جیسے انسان اپنے افراد زید، عمرو غیرہ کی طرف نظر کرتے ہوئے برابر ہے اور عوارض میں بھی تشکیک نہیں ہے؛ بلکہ بعض عوارض جب ماہیت کے ساتھ ملتے ہیں تو اس ملنے میں تشکیک ہوتی ہے مثلاً جسم میں تشکیک نہیں، سواد میں تشکیک نہیں ہے؛ بلکہ جب سواد جسم کے ساتھ ملے گا تو اب تشکیک ہوگی بعض زیادہ کالا ہوگا اور بعض کم کالا ہوگا۔ اسی کو مصنفؒ نے بل فی اسود سے بیان کیا ہے۔

سوال

وان كثرفان وضع لكل ابتداءٍ فمشترك والافان اشتهرفی الثانی فمنقول والافحقیقةومجاز . عبارت مذکورہ کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: اوراگرمفرد کے معنی زیادہ ہوں تو اگر ہر معنی کے لئے ابتداء الگ الگ وضع کیا گیا ہے تو وہ مشترک ہے ورنہ اگر دوسرے معنی میں مشہور ہوگیا ہے تو منقول ہے ورنہ حقیقت اور مجاز ہے۔

وضاحت: ماقبل میں مفرد کے معنی ایک ہوں اس کی دلیل حصر بیان کی گئی تھی۔اب مفرد کے معنی اگر زیادہ ہوں اس کو بیان کر رہے ہیں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

دلیل حصر

مفردِ کے معنی اگرایک سے زیادہ ہیں تو دو حال سے خالی نہیں ہر معنی کے لئے الگ الگ وضع کیا گیا ہے یانہیں،اگر ہر معنی کے لئے الگ الگ وضع کیا گیا ہے تو اسے مشترک کہتے ہیں اور اگر ہر معنی کے لئے الگ الگ وضع نہیں کیا گیا ہے، بلکہ پہلے ایک معنی کے لئے وضع کیا گیا تھا پھر کسی مناسبت کی بنا پر دوسرے معنی میں استعمال ہونے لگا تو اب دوحال سے خالی نہیں، پہلے معنی متروک ہوں گے اور دوسرے معنی مشہور،اگر پہلا معنی متروک اور دوسرا معنی مشہور ہوگیا ہے تو اسے منقول کہتے ہیں اور اگر پہلا معنی متروک نہیں ہوا ہے؛ بلکہ کبھی پہلے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور کبھی دوسرے معنی میں بھی تو اگر پہلے معنی میں استعمال ہو تو اس کو حقیقت کہتے ہیں اور اگر دوسرے معنی میں استعمال ہو تو اسے مجاز کہتے ہیں۔

سوال

والحق انه واقع حتى بين الضدين لكن لاعموم فيه حقيقة . عبارت مذکورہ کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: اورحق بات یہ ہے کہ مشترک واقع ہے یہاں تک کہ دوضدین کے درمیان لیکن معنی حقیقی کے اعتبار سے اس میں عموم نہیں ہے۔

وضاحت: اس عبارت سے مصنفؒ مشترک کے بارے میں پانچ اختلاف کو بیان کررہے ہیں۔ مشترک ممکن ہے یانہیں، اگرممکن ہے تو واقع ہے یانہیں، اگرواقع ہے تو بین الضدین ہے یانہیں، اگربین الضدین ہے تواس میں عموم ہے یانہیں، اگرعموم ہے تو عموم حقیقۃ ہے یا مجازاً۔ بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ مشترک ممکن نہیں ہے؛ اس لئے کہ الفاظ کووضع کیا گیا ہے متعین معنی پر دلالت کرنے کے لئے اور جب اس کے بہت معانی ہیں تو متعین معنی پر دلالت نہیں کرے گا اور جب متعین معنی پر دلالت نہیں کرے گا تو وضع کا فائدہ بھی نہیں ہوگا، اس لئے مشترک ممکن نہیں ہے؛ لیکن مصنفؒ کہتے ہیں کہ مشترک ممکن ہے بلکہ واقع بھی ہے۔ رہا آپ کا یہ کہنا کہ وضع کا فائدہ نہیں ہوگا تواس کا جواب یہ ہے کہ ایک وقت میں قرینہ کی وجہ سے ایک ہی معنی پر دلالت کرے گا، لہذا وضع کا فائدہ حاصل ہوجائے گا۔ تیسرا اختلاف یہ تھا کہ بین الضدین واقع ہے یانہیں، مصنفؒ کہتے ہیں کہ بین الضدین واقع ہے قرآن پاک میں لفظ قروء آیا ہے، جو حیض وطہر کے درمیان مشترک ہے۔ چوتھا اختلاف یہ تھا کہ عموم ہے یا نہیں، کہتے ہیں کہ عموم ہے۔ پانچواں اختلاف یہ تھا کہ عموم حقیقۃً ہے یا مجازاً، مصنفؒ کہتے ہیں کہ مجازاً عموم ہے۔

سوال

والمرتجل قيل من المشترك وقيل من المنقول. مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ : اور مرتجل کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ مشترک کے قبیل سے ہے اور بعض نے کہا کہ منقول کے قبیل سے ہے۔

یہ سوال مقدر کا جواب ہے

سوال کی تقریر

آپ نے کثرت معنی کے اعتبار سے مفرد کو چار قسموں میں منحصر کر دیا؛ حالانکہ ایک پانچویں قسم اور ہے وہ مرتجل ہے۔ مرتجل کہتے ہیں کہ لفظ کو پہلے ایک معنی کے لئے وضع کیا گیا ہو پھر بغیر مناسبت کے دوسرے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ مثلاً لفظ جعفر کو وضع کیا گیا تھا چھوٹی ندی کے لئے پھر آدمی کا نام رکھ دیا گیا اور دونوں میں کوئی مناسبت نہیں ہے۔

جواب کی تقریر

مرتجل ان چار قسموں کے علاوہ پانچویں قسم نہیں ہے؛ بلکہ انہی چاروں میں سے کسی میں داخل ہے، بعض نے کہا کہ مشترک میں داخل ہے اور بعض نے کہا کہ منقول میں داخل ہے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ مشترک میں داخل ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ جب ایک لفظ کو ایک معنی کے لئے وضع کیا گیا تھا پھر بغیر کسی مناسبت کے دوسرے معنی میں استعمال ہونے لگا تو گویا وہ دو معنی کے لئے وضع کیا گیا ہے اور جو لفظ دو معنی کے لئے وضع کیا جائے وہ مشترک ہوتا ہے، لہذا یہ مشترک ہے۔ اور جو لوگ کہتے ہیں کہ منقول میں داخل ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ جب لفظ کو وضع کیا گیا ایک معنی کے لئے پھر منتقل ہو کر دوسرے معنی میں استعمال ہونے لگا تو اس میں نقل پایا گیا اور جس میں نقل پایا جائے وہ منقول ہوتا ہے، لہذا یہ منقول میں داخل ہے۔

سوال

ولاتشترط سماع الجزئیات نعم یجب سماع انواعھا۔عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ : مجاز مرسل کے لئے جزئیات کا سننا ضروری نہیں ہے ہاں علاقہ کے اقسام کا سننا ضروری ہے۔

وضاحت: یہ ایک اختلافی مسئلہ کا بیان ہے وہ یہ ہے کہ لفظ کو معنی مجازی میں استعمال کرنے کے لئے صرف علاقہ کا پایا جانا ضروری ہے یا یہ بھی ضروری ہے کہ عربوں نے پہلے اس لفظ کو اس معنی میں استعمال کیا ہو۔مثلاً طول ایک علاقہ ہے اس کی وجہ سے اہل عرب لمبے انسان کو نخلہ کہتے ہیں، تو کیا ہر لمبی چیز کو نخلہ کہہ سکتے ہیں یا یہ ضروری ہے کہ اہل عرب نے وہاں استعمال کیا ہو۔بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ اہل عرب سے سننا ضروری ہے، لہذا ہر لمبی چیز کو نخلہ نہیں کہہ سکتے ہیں اس کے بخلاف مصنفؒ کہتے ہیں کہ اہل عرب سے سننا ضروری نہیں ہے؛ بلکہ جہاں علاقہ پایا جائے وہاں مجازی معنی مراد لے سکتے ہیں؛ البتہ اتنی بات ضروری ہے کہ آپ جس علاقہ کی وجہ سے مجازی معنی مراد لے رہے ہیں اہل عرب نے اس علاقہ کا اعتبار کیا ہو۔

سوال

والمجاز بالذات انما هو فی الاسم واما الفعل وسائر المشتقات والادات فانما یوجد فیها بالتبعیة. مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: اور بلا واسطہ مجاز اسم میں ہے اور بہر حال فعل اور تمام مشتقات اور ادات تو ان میں بالواسطہ پایا جاتا ہے۔

وضاحت: مجاز کے پائے جانے کی دو صورت ہے بلا واسطہ، بالواسطہ، اسم میں بلا واسطہ

پایا جاتا ہے۔ اور فعل وتمام مشتقات اورادات میں بالواسطہ ۔اس کی وجہ یہ ہے کہ مجاز اصلاً مادہ میں ہوتا ہے اور اسم کے اندر صرف مادہ ہے ؛اس لئے اسم میں بلاواسطہ پایا جائے گا، فعل اور تمام مشتقات میں دو چیزیں ہیں ، مادہ اور هيئت ،تو مجاز فعل میں پہلے مادہ میں مادہ ہوگا اور مادہ کے واسطہ سے هيئت میں ہوگا؛اس لئے فعل وتمام مشتقات میں بالواسطہ ہے۔رہا ادات تو اس کے معنی مستقل نہیں ہیں؛اس لئے اس میں مجاز اسم کے واسطہ سے ہوگا،اس لئے ادات میں مجاز بالواسطہ ہوتا ہے۔

سوال

وتكثر اللفظ مع اتحاد المعنى مرادفة وذلك واقع لتكثر الوسائل والتوسع في مجال البدائع. مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: اور معنی کے متحد ہونے کے باوجود الفاظ کا کثیر ہونا مرادفت ہے اور یہ واقع ہے وسائل میں کثرت اور محل بدیع میں وسعت پیدا ہونے کی وجہ سے۔

وضاحت: جب لفظ کی نسبت معنی کی طرف کی جائے تو چار صورتیں ہوتی ہیں۔

(۱) لفظ ایک ہو، معنی ایک ہو۔ (۲) لفظ بھی کثیر ہو، معنی بھی کثیر ہو۔

(۳) لفظ ایک ہو، معنی زیادہ ہو۔ (۴) لفظ زیادہ ہو، معنی ایک ہو۔

مصنفؒ نے اسی آخری صورت کو یہاں سے بیان کیا ہے اگر الفاظ زیادہ ہوں اور معنی ایک ہو، تو اسے ترادف کہتے ہیں اور ان الفاظ کو آپس میں مترادف کہتے ہیں۔جیسے جلوس، قعود۔

وذلك واقع سے ایک اختلاف کی طرف اشارہ ہے وہ یہ ہے، بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ ترادف ممکن نہیں ہے اور اگر ممکن ہے تو واقع نہیں ہے۔دلیل یہ ہے کہ الفاظ کو وضع کیا گیا ہے معانی پر دلالت کرنے کے لئے اور ایک لفظ ایک معنی پر دلالت کرنے کے لئے

کافی ہے، تو دوسرے لفظ کی ضرورت نہیں ہے۔

مصنفؒ کہتے ہیں کہ ترادف واقع ہے، رہا آپ کا یہ کہنا کہ دوسرا لفظ بے کار ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ دوسرے لفظ کے بہت فائدے ہیں۔ مثلاً

(۱) وسائل میں کثرت ہوجاتی ہے یعنی الفاظ تکلم کے لئے آلہ و وسیلہ ہوتے ہیں، اس آلہ وسیلہ میں کثرت ہوجاتی ہے، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک لفظ مخاطب کو ناگوار معلوم ہوتا ہے، اب اگر اس معنی کو ادا کرنے کے لئے دوسرا لفظ نہ ہو تو فساد کا خوف ہے۔ مثال کے طور پر ماں کے بھائی کو اگر باپ کا سالہ کہا جائے تو ناراض ہوجائے گا اور اگر ماموں کہا جائے تو خوش ہوگا۔ اسی طرح تقریر کرتے ہوئے کبھی مقرر بھول جاتا ہے اب اگر اس معنی کو ادا کرنے کے لئے ایک ہی لفظ ہو تو شرمندگی اٹھانی پڑے گی۔

(۲) محسنات بدیعیہ میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً ایک صنعت ہے مجانست، کا اور اس کا مطلب یہ ہے کہ دو لفظ ہوں اور دونوں ہم شکل ہوں؛ لیکن دونوں کے معنی الگ الگ ہوں اس سے کلام میں حسن پیدا ہوتا ہے۔ جیسے اشتریتُ البُر وانفقته فی البِر میں نے گیہوں خریدا اور نیکی میں خرچ کیا۔ البُر اور البِر دونوں ہم شکل ہیں؛ لیکن دونوں کے معنی الگ الگ ہیں اسے صنعت مجانست کہتے ہیں، اب اگر گیہوں کے معنی کو ادا کرنے کے لئے ایک ہی لفظ حنطہ ہی ہوتا، تو صنعت مجانست نہیں پائی جاتی۔ اس تقریر سے معلوم ہوا کہ ترادف کے بہت فائدے ہیں۔

سوال

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

ولایجب فیه قیام کل مقام آخرفان کانامن لغة فان صحة الضم من العوارض یقال صلی علیه ولادعاعلیه. مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: اور ترادف میں ہر ایک کا دوسرے کی جگہ استعمال درست نہیں ہے اگرچہ ایک

ہی زبان کے ہوں، اس لئے کہ ترکیب کی صحت عوارض سے ہوتی ہے لہٰذا صلی علیہ کہا جائے گا۔ اور دعا علی نہیں کہا جائے گا۔

توضیح: لایجب، لایصح کے معنی میں ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مترادفین میں سے ایک کو دوسرے کی جگہ استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں۔ مثلاً قعود کی جگہ جلوس، تو اس بات میں تمام کا اتفاق ہے کہ اگر مترادفین صلہ سے خالی ہیں تو ایک کو دوسرے کی جگہ استعمال کرنا جائز ہے۔ مثلاً شمار کرتے وقت اسد کی جگہ غضنفر کا استعمال کرنا جائز ہے؛ لیکن اختلاف اس صورت میں ہے جب مترادفین صلہ سے مل کر مرکب ہو گئے ہوں۔ علامہ ابن حاجبؒ کہتے ہیں کہ جائز ہے؛ لیکن مصنفؒ کی رائے ہے کہ اگر صلہ سے مل کر مرکب ہو گیا ہے تو اگرچہ ایک زبان میں ہو، جائز نہیں ہے کیوں؟

اس لئے کہ صلہ عارض ہوتا ہے اور عارض کے بدلنے سے معروض کے معنی بدل جاتے ہیں تو ہوسکتا ہے کہ معنی میں تبدیلی ہوگئی ہو جب معنی میں تبدیلی ہوگئی تو استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ مثلاً صلی اور دعاء دونوں متراف ہیں؛ لیکن دعا کا صلہ اگر علی آتا ہے تو بددعاء کے معنی ہوتے ہیں اب ظاہری بات ہے کہ مقام دعا میں صلی علیہ کہہ سکتے ہیں؛ لیکن دعا علیہ نہیں کہہ سکتے ہیں۔ اس تقریر سے یہ بات ثابت ہوگئی کی صلہ سے مرکب ہوجانے کے بعد مترادفین میں سے ایک کا دوسرے کی جگہ استعمال جائز نہیں ہے۔

سوال

فقول القائل کلامی هذا کاذبٌ–لیس بخبر–لان الحکایة عن نفسه غیر معقول.والحق انه بجمیع اجزائه ماخوذٌ فی جانب الموضوع فالنسبة ملحوظة مجملاًفهی المحکی عنهاومن حیثُ تعلق الایقاع بهاملحوظة تفصیلاً فهی الحکایة . مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: تو قائل کا قول، کلامی ھذا کاذب خبر نہیں ہے، اس لئے کہ اپنی ہی ذات کی حکایت بیان کرنا غیر معقول ہے۔ اور حق بات یہ ہے کہ اپنے تمام اجزاء کے ساتھ موضوع کی جانب ماخوذ ہے پس نسبت اجمالی کے طور پر ملحوظ ہے اور یہی محکی عنہ ہے اور ایقاع کے اس کے ساتھ متعلق ہونے کی حیثیت سے تفصیل اعتبار سے ملحوظ ہے اور وہی حکایت ہے۔

یہ سوال مقدر کا جواب ہے

سوال کی تقریر

ماقبل میں آپ نے کہا کہ خبر کے لئے دو چیزیں ضروری ہیں (۱) حکایت (۲) محکی عنہا

میں ایک مثال دیتا ہوں جس میں حکایت ہے تو محکی عنہا نہیں ہے اور محکی عنہا ہے تو حکایت نہیں ہے۔ مثلاً کوئی شخص بولتا ہے کلامی ھذا کاذب میری یہ بات جھوٹی ہے، ہذا سے اشارہ کرتا ہے کہ یہی کلام مراد ہے اس کے علاوہ دوسرا کوئی کلام نہیں ہے تو اگر حکایت ہے تو محکی عنہا کہاں ہے اور اگر محکی عنہا ہے تو حکایت کہاں ہے، لہذا آپ کا یہ کہنا کہ خبر کے لئے دو چیزیں ضروری ہیں صحیح نہیں۔

اس کا ایک جواب محقق دوانی نے دیا کہ یہ خبر ہی نہیں؛ اس لئے کہ اپنی ہی ذات کی حکایت لازم آتی ہے اور یہ خلاف عقل ہے۔ مصنفؒ کو یہ جواب پسند نہیں ہے اس لئے والحق سے جواب دے رہے ہیں۔

جواب کی تقریر

آپ کا خبر ہونے سے انکار کر دینا صحیح نہیں ہے؛ اس لئے کہ مبتدا و خبر موجود ہے حق بات یہ ہے کہ، کلامی ہذا کاذب کے دو درجے ہیں۔ درجہ اجمال، درجہ تفصیل

درجہ اجمال

درجہ اجمال کہتے ہیں موضوع محمول و نسبت حکمیہ کا ایک ساتھ اعتبار کیا جائے اور اسے قضیہ مجملہ بنادیا جائے۔

درجہ تفصیل

درجہ تفصیل کہتے ہیں ہر ایک کا الگ الگ اعتبار کیا جائے، تو درجہ اجمال میں محکی عنہا ہے اور درجہ تفصیل میں حکایت ہے تو اعتبار بدل گیا اور اعتبار کے بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں۔

سوال

ونظیر ذٰلك كل حمدلله فانه حمدمنْ جملة كل حمدفالحكاية محكى عنها. مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: اسی کی نظیر کل حمدلله ہے اس لئے کہ منجملہ حمد کے ایک یہ بھی حمد ہے پس حکایت ہی محکی عنہ ہے۔

اشکال کی تقریر

آپ نے کہا کہ خبر کے لئے دو چیزیں ضروری ہیں حکایت اور محکی عنہا؛ حالانکہ کل حمدللہ میں حکایت تو محکی عنہا نہیں ہے اور اگر محکی عنہا ہے تو حکایت نہیں ہے۔ وہ اس طرح کہ یہ بات مسلم ہے کل حمدللہ ہر تعریف اللہ کے لئے ہے اب اگر کوئی اللہ کی تعریف کرتے ہوئے کل حمدللہ کہتا ہے تو یہ بھی اسی کا فرد ہوا، حکایت اور محکی عنہا دونوں حمد ہو گئے۔

جواب کی تقریر

درجہ اجمال میں محکی عنہا ہے اور درجہ تفصیل میں حکایت ہے۔

سوال

المفھوم ان جوّز العقل تکثرہ من حیثُ تصورہ فکلی والافجزئی . مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: مفہوم کے تکثر کو اگر عقل بحیثیت تصور جائز قرار دے تو وہ کلی ہے ورنہ وہ جزئی ہے۔

وضاحت: منطق کا موضوع معرِف وقول وشارح ہیں اور یہ دونوں کلیات پر موقوف ہیں؛اس لئے یہاں سے کلیات وجزئیات کی بحث شروع کر رہے ہیں۔

انسان کے ذہن میں جوبات آتی ہے اسے مفہوم کہتے ہیں،مفہوم کی دوقسمیں ہیں کلی، جزئی

کلی: ایسے مفہوم کو کہتے ہیں،جس میں عقل محض تصور کے اعتبار سے تکثر کو جائز قرار دے۔

جزئی : ایسے مفہوم کو کہتے ہیں،جس میں عقل تکثر کو جائز کوقرار نہ دے۔

کلی کی افراد کی طرف نسبت کرتے ہوئے چند قسمیں ہیں۔

دلیل حصر

کلی کے افراد کا خارج میں پایا جانا ممکن ہوگا یا ممتنع ،اگر ممتنع ہے تو پہلی قسم۔جیسے شریک الباری اور اگر ممکن ہے تو دوحال سے خالی نہیں،پایا جاتا ہے یا نہیں،اگر نہیں پایا جاتا ہے تو دوسری قسم۔جیسے عنقاء ،اور اگر پایا جاتا ہے تو دوحال سے خالی نہیں ایک یا ایک سے زیادہ،اگر ایک ہے تو دوحال سے خالی نہیں،زیادہ ممکن ہے یا نہیں،اگر زیادہ ممکن نہیں ہے تو تیسری قسم۔جیسے واجب الوجود،اور اگر زیادہ ممکن ہے تو چوتھی قسم۔جیسے سورج،اور اگر زیادہ پایا جارہا ہے تو دوحال سے خالی نہیں،متناہی ہے غیر متناہی،اگر متناہی ہے تو پانچویں قسم۔جیسے ستارے،اور اگر غیر متناہی ہے تو چھٹی قسم۔جیسے باری تعالیٰ کی معلومات۔

سوال

فمحسوس الطفل فی مبدء الولادہ وشیخ ضعیف البصر والصورۃ الخیالیۃ م البیضۃ المعینۃ کلھا جزئیات. مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: تو ابتداء ولادت کے زمانہ میں بچہ کا محسوس کرنا اور ضعیف البصر بوڑھے کا محسوس کرنا، وہ صورت خیالیہ جو متعینہ بیضہ سے حاصل ہوئی ہے تمام کی تمام جزئی ہیں۔

وضاحت: یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

سوال کی تقریر

کلی کی تعریف مانع نہیں اور جزئی کی تعریف جامع نہیں ہے؛ اس لئے کہ آپ نے جزئی کی تعریف کی، جزئی وہ مفہوم ہے کہ عقل اس کے تکثر کو جائز قرار نہ دے یعنی کثیر پر صادق نہ آتا ہو؛ حالانکہ کئی مثالیں دیتا ہوں جس میں جزئی کثیرین پر صادق آرہی ہے، تو جب جزئی کثیرین پر صادق آرہی ہے تو جزئی ہونے سے نکل گئی، تو جزئی کی تعریف جامع نہیں رہی اور جب جزئی کلی میں داخل ہوگئی تو کلی کی تعریف مانع نہیں رہی۔

(۱) ایک بچہ ہے جب اس کی ماں اسے گود میں لیتی ہے تو اسے ماں سمجھتا ہے پھر اس کی خالہ لیتی ہے تو اسے بھی ماں سمجھتا ہے پھر اس کی بہن لیتی ہے اسے بھی ماں سمجھتا ہے، تو ماں جزئی ہے جو کثیرین پر صادق آرہی ہے۔

(۲) ایک کمزور نگاہ شخص نے دور سے آتے ہوئے کسی کو دیکھا اور گمان کیا کہ زید ہے پھر جب کچھ قریب آیا تو گمان کیا کہ عمرو ہے پھر قریب آگیا تو یقین سے جانا کہ زید ہی ہے تو دیکھئے زید جزئی ہے، مگر کثیرین پر صادق آرہا ہے۔

(۳) ایک آدمی کے پاس انڈا ہے دوسرے نے اس کی آنکھ بند کر کے پوچھا، یہ کیا ہے؟ وہ کہتا ہے، یہ انڈا ہے پھر اس نے اس انڈے کو ہٹا کر دوسرا انڈا رکھدیا پھر پوچھا، یہ

کیا ہے؟ وہ کہتا ہے وہی انڈا ہے پھر اس نے ایسا ہی کیا تو انڈا جزئی ہے جو کثیرین پر صادق آرہا ہے۔

مصنفؒ نے جواب دیا کہ تکثر کی دو قسمیں ہیں (۱) تکثر علی سبیل الاجتماع یعنی ایک ساتھ کثیرین پر صادق آئے (۲) تکثر علی سبیل البدلیت، الگ الگ کثیرین پر صادق آئے۔ کلی میں تکثر سے مراد تکثر علی سبیل الاجتماع ہے اور یہاں لازم علی سبیل البدلیت آرہا ہے تو جو مراد ہے وہ لازم نہیں آرہا ہے اور جو لازم آرہا ہے وہ مراد نہیں۔

سوال

وهٰهناشك مشهوروهوان الصورة الخاليةلزيدوالصورة الحاصلة منه فى اذهان طائفة تصورهاكلهامتصادقة. شک کی وضاحت کریں نیز شک کے تمام جوابوں کی تفصیل کریں۔

جواب

ترجمہ: اور یہاں ایک مشہور اشکال ہے وہ یہ ہے کہ زید کی صورت خارجیہ اور اس کی صورت جو ان لوگوں کے ذہنوں میں ہے جنہوں نے اس کا تصور کیا ہے تمام کے تمام ایک دوسرے پر صادق آتی ہیں۔

توضیح: ماقبل کے جواب پر شک وارد ہوا ہے۔ شک کی تقریر

آپ نے ماقبل میں یہ جواب دے کر دامن بچالیا کہ کلی میں تکثر سے مراد علی سبیل الاجتماع ہے اور یہاں لازم نہیں آرہا ہے۔ میں ایک مثال دیتا ہوں جس میں جزئی ہونے کے باوجود، علی سبیل الاجتماع تکثر پر صادق آرہا ہے۔ مثال

زید بیٹھا ہوا تھا دس شخص اس کے پاس آئے تو زید تمام کے ذہنوں میں چلا گیا اور تمام لوگ زید کے ذہن میں آگئے تو زید جزئی ہے، لیکن ایک ساتھ کثیرین پر صادق آرہا ہے، لہٰذا جزئی کی تعریف، جامع نہیں ہے اور کلی کی تعریف مانع نہیں ہے۔

جواب کی تقریر

اس کا ایک جواب محقق دوانیؒ نے دیا ہے۔ محقق دوانیؒ کا جواب۔ تمہید دو چیزیں ہیں (۱) ظلِ متعددٍ (مرکب اضافی) بہت ساری چیزوں کا ایک سایہ ہو۔ (۲) ظلٌ متعددٌ (مرکب توصیفی) ایک چیز کے بہت سائے ہوں۔

جواب کا خلاصہ

جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ کلی میں تکثر سے مراد ظلِ متعددٍ مرکب اضافی ہے یعنی بہت ساری چیزوں کا ایک سایہ ہو اور یہاں ظلٌ متعددٌ (مرکب توصیفی) لازم آرہا ہے یعنی (زید) ایک چیز کا بہت سایہ ہے تو جو مراد ہے وہ لازم نہیں آرہا ہے اور جو لازم آرہا ہے وہ مراد نہیں ہے۔ مصنفؒ گویہ جواب پسند نہیں ہے؛ اس لئے لان التصادق سے رد کررہے ہیں۔

رد کی تقریر

یہ جواب پسندیدہ نہیں ہے اس لئے کہ جس طرح زید تمام کے ذہنوں میں ہے اسی طرح تمام لوگ زید کے ذہن میں ہیں، تو جس طرح یہ کہنا صحیح ہے کہ زید کے بہت سائے ہیں، اسی طرح یہ بھی کہنا صحیح ہے کہ تمام لوگوں کا ایک سایہ ہے تو ظلِ متعددٍ (مرکب اضافی) پایا گیا تو اشکال اب بھی باقی ہے۔

مصنف کا جواب

کلی میں تکثر سے مراد تکثر خارجی ہے یعنی خارج میں بہت سارے افراد ہوں اور یہاں ذہن کے اعتبار سے کثرت ہے تو کوئی اشکال وارد نہیں ہوگا۔

سوال

واما الکلیات الفرضیۃ والمعقولات الثانیۃ فلعدم استعمالها علی الهذیۃ لاینقبض العقل بمجرد تصورها عن تجویز تکثرها فی الخارج حتیٰ قیل ان

الکلیات الفرضیة بالنسبة الی الحقائق الموجودة کلیات۔مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: اور بہر حال کلیات فرضیہ اور معقولات ثانیہ تو ان کے تشخص پر مشتمل نہ ہونے کی وجہ سے عقل صرف ان کے تصور نے خارج میں تکثر کو جائز قرار دینے سے نہیں رکتی ہے حتیٰ کہ کہدیا گیا ہے کہ کلیات فرضیہ حقائق موجودہ کے اعتبار سے کلی ہیں۔

وضاحت : یہ سوال مقدر کا جواب ہے۔سوال کی تقریر

آپ کا یہ کہنا کہ کلی میں تکثر خارجی مراد ہے ،ہمیں تسلیم نہیں ہے؛اس لئے کہ بعض کلیات ایسی ہیں جس کا ایک بھی فرد خارج میں موجود نہیں۔مثلاً کلیات فرضیۃ اور معقولات ثانیہ،لاشئ لاممکن،اس کا کوئی بھی فرد موجود نہیں ہے؛اس لئے کہ ہر موجود شئ ہے اور اللہ کے علاوہ ہر موجود ممکن ہے۔

جواب کی تقریر

تکثر کی دو قسمیں ہیں۔تکثر بالفعل،تکثر بالقوۃ

تکثر بالفعل : کہتے ہیں کہ خارج میں افراد پایا جارہا ہے اور تکثر بالقوۃ : کہتے ہیں کہ خارج میں افراد نہیں پایا جارہا ہے؛لیکن کلی ایسی ہے کہ اگر اس کے افراد ہوتے تو کثیرین پر صادق آتی ،اور یہاں تکثر بالقوۃ مراد ہے اور کلیات فرضیۃ ومعقولات ثانیہ اسی قبیل سے ہیں۔

حتی قیل: سے اسی بات کی تائید محقق دوائی کے قول سے کررہے ہیں۔محقق دوائیؒ نے کہا کہ کلیات فرضیۃ میں حمل النقیض علی النقیض ہے یعنی کلیات فرضیۃ اپنے حقائق موجودہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے کلی ہیں۔مثلاً لاشئ کی نقیض شئ ہے تو لاشئ کے افراد کو شئ کے افراد مان کر یہ کہا جائے گا کہ شئ کے افراد کلی ہیں،لہذا لاشئ کے افراد بھی کلی ہیں۔

سوال

الکلیة والجزئیة صفة المعلوم وقیل صفة العلم. مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: کلی اور جزئی ہونا معلوم کی صفت ہے اور کہا گیا ہے علم کی صفت ہے۔

وضاحت: کلی ہونا، جزئی ہونا دونوں صفت میں اور ہر صفت کے لئے موصوف ضروری ہے اس کے موصوف میں اختلاف ہے، بعض نے کہا علم، بعض نے کہا معلوم، جو لوگ کہتے ہیں کہ علم کی صفت ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ کلی اور جزئی میں فرق علم سے ہوتا ہے؛ اس لئے کہ شئ کا علم اگر حس کے ذریعے ہو تو جزئی اور اگر عقل کے ذریعے ہو تو کلی، اور اگر جس چیز کے ذریعے فرق ہو تو وہ اس کا موصوف ہوتا ہے، لہذا یہ دونوں علم کی صفت ہیں۔ اور جو لوگ کہتے ہیں کہ معلوم کی صفت ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ علم ہوتا ہے درجہ قیام میں اور درجہ قیام میں جو چیز ہوتی ہے وہ مشخص ہوتی ہے، لہذا علم مشخص ہوگا، تو صرف جزئی علم کی صفت بنے گی؛ اس لئے کہ یہی مشخص ہے نہ کلی، اور معلوم ہوتا ہے درجہ حصول میں اور درجہ حصول میں عموم ہوتا ہے، تو معلوم میں عموم ہوگا، لہذا جزئی اور کلی دونوں معلوم کی صفت ہو جائیں گی۔ اس لئے یہ دونوں معلوم کی صفت ہیں۔

سوال

والجزئی لایکون کاسباً و مکتسباً. مذکورہ عبارت کی مدلل وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: اور جزئی معرِف اور معرف نہیں ہو سکتی ہے۔

وضاحت: مصنفؒ نے اس عبارت میں دو دعویٰ کیا ہے (۱) جزئی معرِف نہیں بن سکتی

ہے (۲) جزئی معرف نہیں بن سکتی ہے۔

پہلے جز کی دلیل یہ ہے کہ اگر جزئی معرِف ہوتو اس کامعرف دوحال سے خالی نہیں، جزئی ہوگا یا کلی، اگر جزئی ہے تو حمل درست نہیں ہوگا؛ اس لئے کہ جزئیات آپس میں متبائنین ہوتے ہیں۔ اور متبائنین کاایک دوسرے پر حمل نہیں ہوتا ہے۔ اور اگر اس کا معرف کلی ہے تو یہ جزئی اس کا فرد ہوگی یا نہیں، اگر اس کا فرد ہے تو خاص سے عام کی طرف انتقال لازم آئے گا اور یہ باطل ہے اور اگر فرد نہیں ہے تو تباین لازم آئے گا۔ اس تقریر سے پہلا جز ثابت ہوگیا۔

(۲) دوسرے جز کی دلیل یہ ہے کہ اگر جزئی معرف ہوتو اس کامعِرف دوحال سے خالی نہیں، جزئی ہوگا یا کلی، اگر جزئی ہے تو حمل درست نہیں ہے اور اگر کلی ہے تو ترجیح بلامرجح لازم آئے گا؛ اس لئے کہ کلیات اپنے افراد پر برابر برابر صادق آتے ہیں۔ مثلاً زیدٌ انسان تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ زید ہی انسان ہے؛ حالانکہ انسان اپنے افراد پر برابر برابر صادق آتا ہے۔ اس تقریر سے دوسرا جز بھی ثابت ہوگیا۔

سوال

الکلیان ان تصادقا کلیا فمتساویان و الافتفارقافان کان کلیافمتبائنان و ان کان جزئیاًفامأمن الجانبین فاعم واخص من وجہ اومن جانبٍ واحدفقط فاعم واخص مطلقاً. کلی کے چاروں نسبتوں کی وضاحت کریں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب

ترجمہ: دوکلیاں اگرایک دوسرے پر صادق آتے ہوں تو متساوی ہیں ورنہ ان میں تفارق ہوگا تو اگر تفارق کلی ہے تو دونوں متبائن ہوں گے اور اگر تفارق جزئی ہے تو اگر دونوں جانب سے ہے تو عام وخاص من وجہٖ ہیں اور اگر صرف ایک جانب سے ہے تو عام وخاص مطلق ہے۔

وضاحت : نسبت کہتے ہیں دو چیزوں کے درمیان تعلق کو، کلی کی کلی کی طرف نسبت کرنے کے اعتبار سے چار نسبتیں بنتی ہیں، تساوی، تباین، عموم وخصوص مطلق، عموم وخصوص من وجہ

دلیل حصر

. جب ایک کلی کی دوسری کلی کی طرف نسبت کی جائے تو دو حالل سے خالی نہیں تصادق کلی ہوگا یا تفارق (تصادق کلی کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک کلی دوسری کلی کے ہر ہر فرد پر برابر صادق آئے) اگر تصادق کلی ہے تو اسے تساوی کہتے ہیں اور اگر تفارق ہے تو تفارق دو حال سے خالی نہیں تفارق کلی ہوگا یا جزئی ،اگر تفارق کلی ہے تو اسے تباین کہتے ہیں اور اگر تفارق جزئی ہے تو دو حال سے خالی نہیں، جانبین سے ہے یا ایک جانب سے اگر جانبین سے ہے تو اسے عموم وخصوص من وجہ کہتے ہیں اور اگر ایک جانب سے ہے تو اسے عموم وخصوص مطلق کہتے ہیں۔

نسبتوں کے پہچاننے کا معیار

(۱) جن دو کلیوں کے درمیان تساوی کی نسبت ہوگی ان میں دونوں جانب سے موجبہ کلیہ ہوں گے۔ جیسے انسان اور ناطق میں تساوی ہے؛ اس لئے کہ دونوں جانب سے موجبہ کلیہ ہے۔ **کلُ انسانٍ ناطقٌ و کلُ ناطقٍ انسانٌ.**

(۲) جن دو کلیوں کے درمیان تباین کی نسبت ہوگی ان میں دونوں جانب سے سالبہ کلیہ ہوں گے۔ جیسے انسان اور فرس میں تباین ہے؛ اس لیے کہ دونوں جانب سے سالبہ کلیہ ہے۔ **لاشئ من الانسان بفرسٍ و لاشئ من الفرس بانسان.**

(۳) جن دو کلیوں کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہوگی ان میں خاص کی جانب سے موجبہ اور عام کی جانب سے سالبہ جزئیہ ہوگا۔ جیسے حیوان اور انسان میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے؛ اس لئے کہ خاص کی جانب سے موجبہ کلیہ ہے اور عام کی جانب سے سالبہ جزئیہ۔ **کل انسان حیوانٌ. لیس بعض الحیوان بانسان.**

(۴) جن دو کلیوں کے درمیان عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہوگی ان میں دو سالبہ جزئیہ اور ایک موجبہ جزئیہ ہوگا۔ جیسے حیوان اور ابیض میں عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے۔ موجبہ جزئیہ **بعض الحیوان ابیض**۔ سالبہ جزئیہ **بعض الحیوان لیس بابیض وبعض الابیض لیس بحیوان**، اس کو اس طرح سمجھئے عموم وخصوص من وجہ میں تین مادہ ہوتا ہے ایک اجتماعی اور دو افتراقی۔ مثلاً

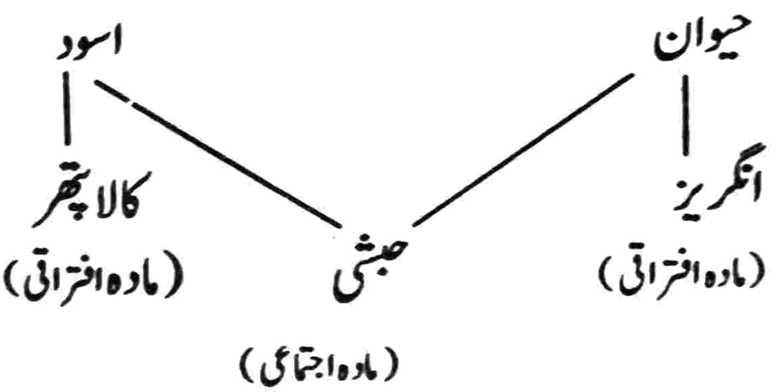

حبشی میں حیوان اور اسود دونوں ہے اور انگریز میں صرف حیوان ہے، اور کالا پتھر میں صرف اسود ہے۔

سوال

واعلم ان نقیض کل شئ رفعه فنقیضاالمتساوین متساویان والافتفارقافی الصدق فیلزم صدق احدالمتساوین بدون الآخرهذاخلف. مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: اور جان لو کہ ہر شئ کی نقیض اس کا سلب ہے، لہٰذا متساوین کی نقیضین متساویان ہی ہونگی ان میں تفارق فی الصدق ہوگا تو اس کے نتیجہ میں متساوین میں سے ایک کا دوسرے کے بغیر صادق آنا لازم آئے گا۔ یہ خلاف مفروض ہے۔

مطلب: جب مصنف ؒ دو کلیوں کے عینین کے درمیان نسبت کے بیان سے فارغ ہوئے تو اب نقیضین کے درمیان نسبت کو بیان کرر ہے ہیں۔ دعویٰ یہ ہے کہ جن دو کلیوں کے عینین میں تساوی کی نسبت ہوگی اس کی نقیضوں کے درمیان بھی تساوی کی نسبت ہوگی مانتے ہو یا نہیں، اگر مانتے ہو تو مدعیٰ ثابت اور اگر نہیں مانتے ہو تو تفارق فی الصدق لازم آئے گا اور تفارق فی الصدق کے نتیجہ میں ایک کا عین دوسرے کے عین کے بغیر صادق آئے گا اور جب ایک کا عین دوسرے کے عین کے بغیر صادق آئے گا تو عینین میں تساوی کی نسبت باقی نہیں رہے گی؛ حالانکہ مان چکے ہیں یہ خلاف مفروض ہے اور خلاف مفروض باطل ہے اور جو کسی باطل کو مستلزم ہو وہ خود باطل ہے، لہذا عینین میں تساوی کا نہ ہونا باطل، تو ہونا ثابت، یہ ایک مثال سے واضح ہو جائے گا۔

دعویٰ یہ ہے کہ جس طرح انسان اور ناطق کے درمیان تساوی کی نسبت ہے اسی طرح اس کی نقیض لاانسان و لاناطق کے درمیان بھی تساوی کی نسبت ہوگی مانتے ہو یا نہیں، اگر مانتے ہو تو مدعیٰ ثابت، اور اگر نہیں مانتے ہو تو جب لاانسان لاناطق پر صادق نہیں آرہا ہے تو اس کی ضد ناطق پر صادق آئے گا یا نہیں اگر لاانسان لاناطق کی ضد ناطق پر صادق نہیں آئے گا تو ارتفاع ضدین لازم آئے گا؛ اس لئے ماننا پڑے گا کہ لاانسان ناطق پر صادق آئے گا اور جب لاانسان ناطق پر صادق آئے گا تو ناطق لاانسان کی ضد انسان پر صادق نہیں آئے گا؛ اس لئے کہ اگر ناطق لاانسان اور انسان دونوں پر صادق آئے گا تو اجتماع ضدین لازم آئے گا؛ اس لئے ماننا پڑے گا کہ ناطق لاانسان کی ضد پر صادق نہیں آئے گا، تو جب ناطق لاانسان پر صادق آئے گا تو ایک عین دوسرے عین کے بغیر صادق آئے گا اور جب ایک عین دوسر عین کے بغیر صادق آئے گا تو عینین میں تساوی کی نسبت باقی نہیں رہے گی؛ حالانکہ مان چکے ہیں یہ خلاف مفروض ہے اور خلاف مفروض باطل ہے اور جو کسی باطل کو مستلزم ہو وہ خود باطل، لہذا لاانسان اور لاناطق میں تساوی کا نہ ہونا باطل، تو ہونا ثابت۔

سوال

وھٰھناشکٌ قویٌ وھوان نقیض التصادق رفعه لاصدق التفارق وربما یکون نقیض المتساویین ممالافردله فی نفس الامر کنقائض المفهومات الشاملة فیصدق الاول دون الثانی. شک مذکور کی وضاحت کر کے تمام جوابوں کوتحریر کریں۔

جواب

ترجمہ: اور یہاں ایک مضبوط اشکال ہے اور وہ یہ ہے کہ تصادق کی نقیض اس کا رفع کرنا ہے نہ کہ صدق تفارق اور بسا اوقات متساویین کی نقیض ان میں سے ہوتی ہیں جن کا کوئی بھی فرد موجود نہیں ہوتا ہے جیسے مفہومات شاملہ کے نقائض تو اس وقت اول (سلب تصادق) صادق آئے گا نہ ثانی (صدق تفارق)۔

وضاحت: **ھٰھناک** کا مشارالیہ تفارق فی الصدق ہے۔ ماقبل میں مصنفؒ نے متساویین کی نقیضوں میں تساوی کی نسبت کا دعویٰ کرتے وقت کہا تھا کہ اگر متساویین کی نقیضوں میں تساوی کی نسبت نہیں تسلیم کرتے ہو تو تفارق فی الصدق لازم آئے گا۔ اس پر ایک مضبوط اشکال وارد ہو رہا ہے جس کو آسانی سے ختم نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اشکال کی تقریر سے پہلے چند باتیں ذہن نشین کیجیے ص (۱) ہر شئ میں اصل یہ ہے کہ اصل صادق آئے، اور جب اصل صادق نہ آئے تو اس کی نقیض یا لازم نقیض صادق آئے گی (۲) تصادقِ کلی کی نقیض رفع تصادق ہے اور رفع تصادق سے سالبہ جزئیہ بنتا ہے اور تفارق فی الصدق سے موجبہ جزئیہ بنتا ہے اور سالبہ جزئیہ موضوع کے وجود کا تقاضہ نہیں کرتا ہے اور موجبہ جزئیہ موضوع کے وجود کا تقاضہ کرتا ہے۔

اب سنئے......! معترض کہتا ہے کہ آپ کا یہ کہنا کہ اگر متساویین کی نقیضوں میں تصادق کلی (تساوی) نہیں مانتے ہو تو تفارق فی الصدق لازم آئے گا یہ ہمیں تسلیم نہیں ہے: اس

لئے کہ جب کوئی شئ صادق نہ آئے تو اس کی نقیض یا لازم نقیض صادق آتی ہے اور تصادق کلی کی نقیض رفع تصادق ہے نہ کہ تفارق فی الصدق، لہذا آپ کا یہ کہنا کہ تفارق فی الصدق لازم آئے گا درست نہیں ہے نیز رفع تصادق اور تفارق فی الصدق میں زمین و آسمان کا فرق ہے؛ اس لئے کہ رفع تصادق سے قضیہ سالبہ جزئیہ بنتا ہے جو موضوع کے وجود کا تقاضہ نہیں کرتا ہے اور تفارق فی الصدق سے قضیہ موجبہ جزئیہ بنتا ہے، جو موضوع کے وجود کا تقاضہ کرتا ہے۔ مثلاً دعویٰ یہ ہے کہ جس طرح انسان اور ناطق میں تصادق کلی (تساوی) ہے اسی طرح ان کی نقیض لاانسان، لاناطق میں بھی تصادق کلی ہے مانتے ہو یا نہیں، اگر مانتے ہو تو مدعی ثابت، اگر نہیں مانتے ہو تو اس کی نقیض رفع تصادق صادق آئے گی جس سے قضیہ سالبہ جزئیہ بنے گا یعنی بعض لاانسان لیس بلاناطقٍ، یا بعض الناطق لیس بلاانسان؛ نہ کہ تفارق فی الصدق جس سے قضیہ موجبہ جزئیہ بنتا ہے یعنی بعض الانسان ناطق، یا بعض اللاناطق انسان؛ کیونکہ یہ نہ تو نقیض ہے اور نہ لازم نقیض۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

وربما یکون سے معترض اپنے دعویٰ کی تائید میں ایک مثال پیش کر رہا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ بسا اوقات متساویین کی نقیض ایسی ہوتی ہے جس کا نفس الامر میں کوئی فرد خارج میں موجود نہیں ہوتا ہے۔ مثلاً شئ اور ممکن ان میں تساوی کی نسبت ہے اور ان کی نقیض لاشئ اور لاممکن ہے جس کا خارج میں کوئی فرد موجود نہیں ہے۔ دعویٰ یہ ہے کہ جس طرح شئ اور ممکن میں تصادق کلی ہے اسی طرح لاشئ اور لاممکن میں تصادق کلی ہے، مانتے ہو یا نہیں، اگر مانتے ہو تو مدعی ثابت اور اگر نہیں مانتے ہو تو اگر یہ کہا جائے کہ رفع تصادق لازم آئے گا تو قضیہ سچا ہوگا۔ اس لئے کہ رفع تصادق سے سالبہ جزئیہ بنتا ہے یعنی بعض اللاشئ لیس بلاممکن اور سالبہ وجود موضوع کا تقاضہ نہیں کرتا ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ تفارق فی الصدق لازم آئے گا تو قضیہ کاذب ہوگا اس لئے کہ تفارق فی الصدق سے موجبہ جزئیہ بنتا ہے اور موجبہ وجود موضوع کا تقاضہ کرتا ہے حالانکہ لاشئ اور لاممکن کا کوئی فرد خارج میں موجود نہیں ہے۔ لہذا اس تقریر سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ

متساویین کی نقیضوں میں تصادق کلی کے نہ ماننے سے رفع تصادق لازم آئے گا نہ کہ تفارق فی الصدق، اس شک قوی کا ایک جواب بعض مناطقہ نے دیا ہے جس کو مصنفؒ نے وما قیل سے نقل کیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تفارق فی الصدق اگرچہ تصادق کلی کی نقیض نہیں ہے؛ لیکن لازم نقیض ہے اور جب لازم نقیض ہے تو یہ کہنا درست ہوگیا کہ اگر متساویین کی نقیضوں میں تصادق کلی نہ ہو تو تفارق فی الصدق لازم آئے گا۔ اس لئے کہ تفارق فی الصدق سے قضیہ موجبہ سالبہ المحمول بنتا ہے اور موجبہ سالبہ المحمول موجبہ ہونے کے باوجود، موضوع کے وجود کا تقاضہ نہیں کرتا ہے اور جب موضوع کے وجود کا تقاضہ نہیں کرتا ہے تو تفارق فی الصدق رفع تصادق کے لئے لازم ہوا؛ اس لئے رفع تصادق کی جگہ تفارق فی الصدق کو استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ مصنفؒ کو یہ جواب پسند نہیں ہے اس لئے بعد تسلیمہ سے رد کر رہے ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اولاً ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ موجبہ سالبہ المحمول موضوع کے وجود کا تقاضہ نہیں کرتا ہے؛ لیکن اگر تسلیم بھی کرلیں تو بھی آپ کا یہ جواب صرف انہی جگہوں پر فٹ ہوسکتا ہے جہاں مفہومات شاملہ وجودی ہوں؛ لیکن اگر مفہومات شاملہ سلبی ہیں، تو وہاں یہ جواب نہیں چلے گا اس لئے کہ ان کی نقیض میں موجبہ سالبہ المحمول نہیں بن سکتا ہے۔ مثلاً لاشریك الباری ولااجتماع النقیضین...... اب ان کی نقیض شریک الباری اور اجتماع النقیضین ہیں اور ظاہر سی بات ہے کہ یہاں موجبہ سالبہ المحمول نہیں بن سکتا ہے اور جب یہاں موجبہ سالبہ المحمول نہیں بنے گا تو تفارق فی الصدق اور رفع تصادق میں تلازم نہیں ہوگا اور جب تلازم نہیں ہوگا تو رفع تصادق کی جگہ تفارق فی الصدق کو استعمال کرنا درست نہیں ہوگا۔ فلا جواب سے مصنفؒ نے اپنا جواب پیش کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ متساویین کی نقیض میں تساوی کا دعویٰ مفہومات شاملہ کے علاوہ میں ہے؛ اس لئے کہ مفہومات شاملہ کے علاوہ میں متساویین کی نقیض کسی نہ کسی شئ پر صادق آئے گی اور جب صادق آئے گی تو موضوع موجود ہوگا اور وجود موضوع کے وقت رفع تصادق اور تفارق فی الصدق میں تلازم ہے لہذا کوئی اشکال وارد نہیں ہوگا۔

سوال

ونقیض الاعم والاخص مطلقاًبالعکس فان انتفاء العام ملزوم انتفاء الخصاص ولاعکس تحقیقاًلِمعنی العموم. عبارت مذکورہ کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: اوراعم واخص مطلق کی نقیض برعکس ہے اس لئے کہ عام کی نفی خاص کی نفی کومستلزم ہے اوراس کاعکس نہیں ہے عموم۔ کے معنی کوثابت کرنے کے لئے۔

وضاحت: اس عبارت میں عموم وخصوص مطلق کی نقیضوں کے درمیان نسبت کو بیان کررہے ہیں کہ؛ جن دوکلیوں کے عینین میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہوگی اس کی نقیضوں کے درمیان بھی عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہوگی، عینین کے عکس کے ساتھ یعنی جوخاص تھاوہ عام ہوجائے گااور جوعام تھاوہ خاص ہوجائے گا۔جیسے حیوان اورانسان میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے تواس کی نقیض لاحیوان لاانسان میں بھی عموم وخصوص مطلق ہے؛ لیکن حیوان عام تھاتولاحیوان خاص ہے اورانسان خاص تھاتولاانسان عام ہے۔**فان انتفاء العام** یہ پہلے جز کی دلیل ہے یعنی عام کی نقیض خاص ہوگی۔

اس کاخلاصہ یہ ہے کہ عام کی نفی خاص کی نفی کومستلزم ہے یعنی عام کی نفی سے خاص کی نفی ہوجاتی ہے، توعام کی نقیض اگرعام ہی ہوتی تواس کی نفی سے خاص کی نقیض کی نفی ہوجانی چاہیئے، حالانکہ نفی نہیں ہوتی ہے معلوم ہواکہ اب عام نہیں رہا؛ بلکہ خاص ہوگیا۔مثلاً حیوان عام ہے حیوان کی نفی سے انسان کی نفی ہوجاتی ہے اسی طرح اگرحیوان بھی عام ہوتاتواس کی نفی سے لاانسان کی نفی ہوجانی چاہیئے ؛ حالانکہ لاانسان کی نفی نہیں ہوتی ہے معلوم ہواکہ لاحیوان عام نہیں ہے بلکہ خاص ہے۔**ولاعکس** یہ دوسرے جز کی دلیل ہے یعنی خاص کی نقیض عام ہوتی ہے۔اس کاخلاصہ یہ ہے کہ **خاص کی نفی** سے عام کی نفی نہیں ہوتی ہے اب اگرخاص کی نقیض خاص ہی ہوتی تواس کی نفی سے **عام** کے نقیض کی نفی نہیں ہونی چاہیئے ؛ حالانکہ نفی ہوجاتی ہے معلوم ہواکہ اب **خاص نہیں رہا؛ بلکہ** عام بن

گیا۔ مثلاً انسان خاص ہے اس کی نفی سے حیوان کی نفی نہیں ہوتی ہے اب اگر لا انسان بھی خاص ہوتا تو اس کی نفی سے لاحیوان کی نفی نہیں ہونی چاہیئے: حالانکہ نفی ہو جاتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ اب لا انسان عام بن گیا ہے۔

سوال

وبین نقیضی الاعم والاخص۔من وجه تباین جزئی کالمتبائنین وهو قد یتحقق فی ضمن التباین الکلی کاللاحجرو اللاحیوان و الانسان واللاناطق وقد یتحقق فی ضمن العموم من وجهٍ کالابیض والانسان وال حجرو الحیوان. مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: اور اعم واخص من وجہ کے نقیضوں کے درمیان تباین جزئی ہے جیسا کہ متبائنین کے نقیضوں کے درمیان تباین جزئی ہے اور تباین جزئی کبھی تباین کلی کے ضمن میں متحقق ہوتی ہے جیسے لاحجر اور لاحیوان، اور انسان اور لاناطق اور کبھی عموم وخصوص من وجہ کے ضمن میں متحقق ہوتی ہے جیسے ابیض اور انسان، اور حجر اور حیوان

وضاحت: یہاں سے مصنفؒ عموم وخصوص من وجہ اور تباین کی نقیضوں کے درمیان نسبت کو بیان کررہے ہیں۔ عموم وخصوص من وجہ کی تفصیل۔ جن دوکلیوں کے عینین میں عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہوگی ان کی نقیض کبھی عموم وخصوص من وجہ اور کبھی تباین آئیگی۔ جیسے ابیض اور انسان عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے اس لئے کہ تین مادہ پایا جارہا ہے

الابیض		الانسان
سفید قلم	انگریز	حبشی
مادہ افتراقی	مادہ اجتماعی	مادہ افتراقی

اسی طرح ان کی نقیض لاانسان لاابیض میں بھی عموم وخصوص من وجہ ہے؛ اس لئے

کہ تین مادہ پایا جارہا ہے۔

	لاابیض	لاانسان
حبشی	کالاقلم	سفید پتھر
مادہ افتراقی	مادہ اجتماعی	مادہ افتراقی

دوسری مثال

لاحجر لاحیوان میں عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے؛اس لئے کہ تین مادہ پایا جارہا ہے

لاحجر	لاحیوان	
انسان	قلم	پتھر
مادہ افتراقی	مادہ اجتماعی	مادہ افتراقی

اس کی نقیض حجراور حیوان میں تباین کی نسبت ہے۔لہذا یہ بات ثابت ہوگئی کہ عموم وخصوص من وجہ کی نقیض دو آتی ہیں عموم وخصوص من وجہ اور تباین

تباین کی تفصیل

جن دوکلیوں کے عینین میں تباین کی نسبت ہوگی اس کی کبھی تباین اور کبھی عموم و خصوص من وجہ آئے گی۔مثلاً انسان اورلاناطق پرتباین ہے اس کی نقیض لاانسان اورناطق میں بھی تباین ہے۔

دوسری مثال

لاحجراورحیوان میں تباین ہے؛لیکن اس کی نقیض حجراورلاحیوان میں عموم وخصوص من وجہ ہے،تفصیل گذرچکی ہے۔

سوال

ثم الكلى اماعين حقيقة الافراداوداخل فيهاتمام المشترك بينهاوبين

نوع آخراولا ویقال لهاذاتیات وربمایطلق الذاتی بمعنی الداخل اوخارج یختص بحقیقة اولا ویقال لهاعرضیات. مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: پھر کلی یا تو اپنے افراد کی عین حقیقت ہوگی یا افراد میں داخل ہوگی اور ان کے درمیان اور اس کے دوسری نوع کے درمیان تمام مشترک ہے یا نہیں اور ان تمام کو ذاتیات کہا جاتا ہے اور بسا اوقات ذاتی داخل کے معنی میں بولا جاتا ہے۔یا خارج ہوگی اور ایک حقیقت کے ساتھ مخصوص ہے یا نہیں اور ان تمام کو عرضیات کہا جاتا ہے۔

وضاحت: یہاں سے کلی کی تقسیم کر رہے ہیں۔

دلیل حصر

کلی تین حال سے خالی نہیں اپنے افراد کی عین حقیقت ہوگی یا اس میں داخل ہوگی یا خارج ہوگی اگر اپنے افراد کی عین حقیقت ہے تو اسے نوع کہتے ہیں اور اگر اس میں داخل ہے تو دو حال سے خالی نہیں، تمام مشترک ہے یا نہیں اگر تمام مشترک ہے تو اسے جنس کہتے ہیں اور اگر تمام مشترک نہیں ہے تو اسے فصل کہتے ہیں اور اگر خارج ہے تو دو حال سے خالی نہیں، ایک حقیقت کے افراد کے ساتھ خاص ہوگا یا نہیں، اگر ایک حقیقت کے افراد کے ساتھ خاص ہے تو اسے خاصہ کہتے ہیں اور اگر ایک حقیقت کے افراد کے ساتھ خاص نہیں ہے تو اسے عرض عام کہتے ہیں۔

یقال لهاذاتیات: یعنی جنس، نوع، فصل کو ذاتیات کہا جاتا ہے کبھی ذاتی کا اطلاق صرف اس کلی پر ہوتا ہے جو افراد کی حقیقت میں داخل ہے اس صورت میں صرف جنس، فصل کلی ذاتی ہوں گے، کلی عرض عام اور خاصہ کو عرضی کہتے ہیں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

سوال

والجمهورعلی ان العرض غیرالعرضی وغیرالمحل حقیقة قال بعض

الافاضل طبیعة العرض لابشرط شیٔ عرضی وبشرط شیٔ المحل وبشرط لاشیٔ العرض . مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: اور جمہور اس بات پر ہیں کہ عرض حقیقت کے اعتبار سے عرضی اور محل کا غیر ہے۔ ایک بڑے فاضل نے کہا کہ عرض کی ماہیت جب لابشرط شیٔ کے درجہ میں ہو تو عرضی ہے اور بشرط شیٔ کے درجہ میں ہو تو محل ہے اور بشرط شیٔ کے درجہ میں ہو تو عرض ہے۔

وضاحت: ماقبل میں عرضیات کا ذکر آیا ہے اسی کے مناسبت سے عرض، عرضی اور محل کے اختلاف کو ذکر کر رہے ہیں۔ اختلاف کے سمجھنے سے پہلے ہر ایک کی تعریف سمجھئے۔

عرض : وہ ہے جو اپنے وجود میں کسی کا محتاج ہو۔

عرضی : وہ ہے جو عرض سے مشتق ہو۔

محل : وہ ہے جس کے ساتھ عرض قائم ہو۔

مثال: کتابت، کاتب اور انسان، کتابت عرض ہے کاتب عرضی ہے اور انسان محل ہے۔

اب اختلاف سمجھئے، جمہور کہتے ہیں کہ ان تینوں میں حقیقۃً تغایر ہے، عرض اور عرضی میں تغایر، اس لئے کہ عرض محمول نہیں ہوتا ہے اور عرضی محمول ہوتا ہے۔ مثلاً الجسم اسود کہنا صحیح ہے، لیکن الجسم سواد کہنا صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح عرض اور محل میں حقیقۃً تغایر اس لئے ہے کہ عرض محل کے ساتھ قائم ہوتا ہے اور قائم ماقام بہ کے مغائر ہوتا ہے۔ مصنفؒ نے عرضی اور محل کے درمیان تغایر کو نہیں بیان کیا ہے اس لئے کہ ان دونوں کا تغایر خود بخود معلوم ہو جاتا ہے، اس طرح کہ جب عرض جو مشتق منہ ہے وہ محل کے مغائر ہے تو مشتق بھی محل کے مغائر ہوگا۔ لیکن محقق دوانیؒ کہتے ہیں کہ ان تینوں میں صرف اعتباری فرق ہے۔

تمہید

لابشرط شیٔ: کہتے ہیں کہ موضوع کے ساتھ عوارض کے اتصاف وعدم اتصاف کسی کا اعتبار نہ کیا جائے۔

بشرط لاشئ : کہتے ہیں،موضوع کے ساتھ عوارض کے عدم اتصاف کالحاظ کیاجائے۔

بشرط شئ : کہتے ہیں کہ موضوع کے ساتھ عوارض کے اتصاف کالحاظ کیاجائے۔

اب سنئے......!محقق دوانیؒ کہتے ہیں کہ عرض کی حقیقت کوجب لابشرط شئ کے درجہ میں لیں گےتوعرضی ہے اورجب بشرط لاشئ کے درجہ میں لیں گےتوعرض ہے اورجب بشرط شئ کے درجہ میں لیں گے،تومحل ہے،توشئ ایک ہےصرف اعتبارکافرق ہے۔

سوال

الجنس هو كلي مقول على كثيرين مختلفين بالحقائق في جواب ماهوفان كان جواباًعن الماهية وجميع المشاركات فقريب والا فبعيد. مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: جنس وہ کلی ہے جوایسے بہت سارے افرادپر بولی جائے جن کی حقیقتیں مختلف ہوں **ماھو** کے جواب میں،تواگر ماہیت اورتمام مشارکات کے بارے میں ایک ہی جواب ہوتوجنس قریب ہے ورنہ جنس بعید ہے۔

تشریح: کلی کی پانچ قسمیں ہیں،پہلی قسم جنس ہے اس کوبیان کررہے ہیں۔

جنس: وہ کلی ہے جوماہو کے جواب میں بہت سی ایسی چیزوں پر بولی جائے جن کی حقیقتیں مختلف ہوں۔جیسے حیوان **انسان** ،فرس،غنم وغیرہ پربولاجاتاہے اوران سب کی حقیقت مختلف ہے۔

جنس کی دوقسمیں ہیں،جنس قریب اورجنس بعید،اگرجنس کے افرادمیں سے چند کے بارے میں ماہوکے ذریعے سوال کیاجائے اورجوجواب آئے،اگروہی جواب اس وقت بھی آئے جب اس جنس کے تمام افرادکے بارے میں سوال کیاجائے تویہ جنس قریب

ہے۔جیسے حیوان کے افراد،انسان،فرس،غنم وغیرہ ہیں اب اگر پوچھیں گے الانسان والفراس ماھما؟ تو جواب آئے گا حیوان،پھر اگر الانسان و الفرس والغنم والبقر ماھم کے ذریعے سوال کریں گے تو بھی جواب آئے گا حیوان،لہذا حیوان جنس قریب ہے۔ اور اگر جنس کے چند افراد کے بارے میں ماھو کے ذریعے سوال کیا جائے تو جو جواب آئے وہی جواب تمام کو لے کر سوال کرنے میں نہ آئے تو اسے جنس بعید کہتے ہیں۔جیسے جسم نامی کے افراد انسان ،فرس ،غنم ،بقر،نبات ہیں۔اب اگر الانسان والبقر والنبات ماھم کے ذریعے سوال کریں گے تو جواب جسم نامی آئے گا؛لیکن اگر صرف الانسان والبقر ماھما کے ذریعے سوال کریں گے تو جسم نامی نہیں، بلکہ حیوان آئے گا۔

سوال

وھھنا مباحث.الاول ان ماھو سوال عن سوال الماھیة المختصة، ان اقتصر فیه علی امرواحد، فیجاب بالنوع، اوالحدالتام وعن تمام الماھیة المشترکة، ان جمع بین امور فیجاب بالنوع، ان کانت متفقة الح قیقتو بالجنس ان کانت مختلفھا. مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ:اور یہاں (مقام جنس) چند بحثیں ہیں،پہلی بحث یہ ہے کہ ماھو سے سوال ماہیت مختصہ کے بارے میں ہوتا ہے لہذا اگر سوال میں ایک ہی امر کا ذکر کیا جائے تو جواب میں نوع یا حد تام آئے گی اور اگر سوال میں چند امور کو جمع کیا تو سوال کا مقصد تمام ماہیت مشترکہ ہوگی،تو اگر وہ چند امور متفقہ الحقیقت ہیں تو جواب نوع کے ذریعے دیا جائے گا اور اگر وہ امور مختلفہ الحقیقت ہیں تو جواب جنس کے ذریعے دیا جائے گا۔

وضاحت:مقام جنس میں چند بحثیں ہیں،بعض میں کسی نئی بات کی تحقیق اور بعض

میں سوال مقدر کا جواب ہے، یہ پہلی بحث ہے جس میں نئی بات کی تحقیق ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ماھو کے ذریعے سوال دو حال سے خالی نہیں، ایک چیز کے بارے میں ہوگا، یا چند چیزوں کے بارے میں اگر ایک چیز کے بارے میں ہے تو سوال کا منشاء ماہیت مختصہ ہوتا ہے یعنی ایسی ماہیت کے ذریع جواب دو جو اسی کے ساتھ خاص ہو، تو اگر ایک چیز جزئی ہے تو جواب میں نوع آئے گا۔ جیسے زید ماھو؟ تو جواب میں آئے گا انسان اور اگر ایک چیز کلی ہے تو جواب میں حد تام آئے گا۔ جیسے الانسان ماھو؟ تو جواب میں آئے گا حیوان ناطق اور اگر چند چیزوں کے بارے میں ہے تو سوال کا منشا ماہیت مشترکہ ہوتا ہے یعنی ایسی ماہیت کے ذریعہ جواب دو جو تمام میں مشترک ہو، تو اگر چند چیز مختلف الحقیقت ہیں تو جواب میں جنس آئے گا۔ جیسے الانسان والفرس والغنم ماھم؟ جواب حیوان اور اگر چند چیزیں متفق الحقیقت ہیں تو جواب میں نوع آئے گا۔ جیسے زید و خالد ماھما، جواب انسان۔

سوال

ومن ھٰھنا یقترح عدم امکان جنسین فی مرتبۃ واحدۃ لماھیۃ واحدۃ. یہ عبارت کس مسئلہ پر متفرع ہے، وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: اور یہیں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ایک ماہیت کے لئے ایک درجہ میں دو جنسیں ممکن نہیں ہیں۔

وضاحت: یہ عبارت جنس کے تمام مشترک ہونے پر متفرع ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب جنس تمام مشترک ہوتی ہے تو اس یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ایک ماہیت کے لئے ایک درجہ میں دو جنس نہیں ہوسکتی، اس میں چند قیدیں ہیں، (ا) ایک ماہیت کے لئے اس سے معلوم ہوا کہ چند ماہیت کے لئے الگ الگ جنس ہوسکتی ہے۔ مثلاً انسان ایک ماہیت ہے اس کے لئے جنس ہے حیوان، درخت ایک ماہیت ہے اس کے لئے جنس ہے

جسم نامی۔ (۲) ایک درجہ میں معلوم ہوا کہ ایک ماہیت کے لئے دو درجہ میں دو جنس ہو سکتے ہیں۔ مثلاً انسان ایک ماہیت ہے اس کے لئے درجہ قریب میں حیوان جنس ہے، درجہ بعید میں جسم نامی ہے۔

دلیل

اگر ایک ماہیت کے لئے ایک درجہ میں دو جنس ہوں تو دو حال سے خالی نہیں ایک جنس ماہیت کو موجود کرنے کے لئے کافی ہے یا نہیں، اگر کافی نہیں ہے تو یہ جنس ہی نہیں ہے اور اگر کافی ہے تو دوسری جنس کی ضرورت نہیں ہے۔

سوال

الثانی وجود الجنس ھو وجود النوع ذھناً وخارجاً فھو محمول فیھما

عبارت کی وضاحت کریں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب

ترجمہ: دوسری بحث یہ ہے کہ جنس کا وجود بعینہ نوع کا وجود ہے ذہن کے اعتبار سے بھی اور خارج کے اعتبار سے بھی، لہذا وہ دونوں میں محمول ہوگا۔

وضاحت: مقام جنس میں چند بحثیں ہیں، یہ دوسری بحث ہے جس میں ایک نئی بات کی تحقیق ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جنس نوع پر مقدم ہے یا نہیں، یہ بحث کیوں پیدا ہوئی، یہ بحث اس لئے پیدا ہوئی کہ نوع جنس وفصل سے مرکب ہوتا ہے تو جنس اس کا جز ہوا اور جز کل پر مقدم ہوتا ہے اس سے یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ جنس نوع پر مقدم ہوتا ہے مصنفؒ اسی بات کی تحقیق کے لئے یہ بحث لائے ہیں، بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اگرچہ یہ بات بظاہر ثابت ہوتی ہے کہ جنس نوع پر مقدم ہے، لیکن حقیقت میں نوع پر مقدم نہیں ہے؛ بلکہ نوع اور جنس کا وجود ایک ساتھ ہوتا ہے دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ جنس کے دو درجے ہیں، درجہ ابہام، درجہ تفصیل

درجہ ابہام

درجہ ابہام کہتے ہیں جنس فصل سے مرکب نہ ہو؛ بلکہ ذہن میں متردد ہو۔جیسے حیوان یہ متردد ہے معلوم نہیں ہے کون حیوان مراد ہے۔

درجہ تفصیل

درجہ تفصیل کہتے ہیں جنس فصل سے مل کر متعین ہوگئی ہوتو جنس درجہ ابہام کے اعتبار سے مقدم ہے؛لیکن اس کا کوئی اعتبارنہیں؛لیکن درجہ تفصیل میں مقدم نہیں ہے اس لئے کہ جنس فصل سے مل جانے کے بعدنوع بن گئی۔مثلاًحیوان ناطق اسی کانام انسان ہےتو حیوان، ناطق فصل سے مل جانے کے بعدنوع میں بدل گیا۔اس تقریر سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ جنس نوع پرمقدم نہیں ہے۔

سوال

واماطبیعة النوع فلیس یطلب فیھاتحصل معناھابل تحصل الاشارة .

مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ :اور بہرحال نوع کی حقیقت تو اس میں اس کے معنی کے تعین کوطلب نہیں کیا جاتا ہے بلکہ اشارہ کے تعین کوطلب کیا جاتا ہے۔

یہ سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال کی تقریر

جس طرح جنس میں ابہام ہوتا ہے اسی طرح نوع میں بھی ابہام ہوتا ہے تو دونوں میں فرق کیا ہو۔مثلاًانسان نوع ہے؛لیکن معلوم نہیں کے کون انسان مراد ہیں۔

جواب کی تقریر

ہمیں یہ تسلیم ہے کہ دونوں میں ابہام ہوتا ہے؛لیکن دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے اس لئے کہ جنس میں گہرا ابہام ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس میں اس کی حقیقت کو فصل کے ذریعے متعین کیا جاتا ہے،بخلاف نوع میں ابہام کم ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس میں صرف مشار الیہ کو طلب کیا جاتا ہے۔مثلاً انسان تو اتنا معلوم ہوگیا کہ یہ انسان ہے فرس،غنم نہیں ہے اب اگر اشارہ کردیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ کیا مراد ہے۔

سوال

مالفرق بين الجنس والمادة فانه يقال للجسم مثلاً: انه جنس للانسان فهومحمول وانه مادة له فهومستحيل الحمل عليه. عبارت مذکورہ کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ : تیسری بحث یہ ہے کہ جنس اور مادہ میں کیا فرق ہے اس لئے کہ جسم کے لئے مثال کے طور پر یہ کہا جائے کہ یہ انسان کے جنس ہے تو وہ اس پر محمول ہوتا ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ یہ انسان کے مادہ ہے تو اس پر حمل محال ہوگا۔

یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال کی تقریر

جنس اور مادہ میں کیا فرق ہے؟ یہ بحث اس لئے پیدا ہوئی کہ اگر ایک ہی چیز کو ایک شئ کے لئے جنس مانا جائے تو اس پر حمل کرنا صحیح ہے اور اگر اسی کو مادہ مانا جائے تو حمل صحیح نہیں ہے تو جب دونوں ایک ہی شئ ہیں تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے اور حمل صحیح نہیں ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں میں فرق ہے۔

جواب کی تقریر

ان میں صرف اعتباری فرق ہے اگر ایک ہی چیز کو **بشرط لاشئ** کے درجہ میں مانا جائے تو مادہ ہے اور اگر بشرط شئ کے درجہ میں مانا جائے تو نوع ہے اور اگر **لابشرط شئ** کے درجہ میں مانا جائے تو جنس ہے۔ مثلاً جسم اگر اس میں نمو (بڑھوتری) کا اعتبار کیا جائے تو نوع ہے اور اگر عدم نمو کا اعتبار کیا جائے تو مادہ ہے اور اگر نمو و عدم نمو میں سے کسی کا اعتبار نہ کیا جائے تو جنس ہے۔

سوال

الرابع قالوا ان الکلی جنس الخمسة فهو اعم واخص من الجنس معاً وحله ان کلیة الجنس باعتبار الذات، وجنسية الکلی باعتبار العرض واعتبار الذات غیر اعتبار العرض ویتفاوت الاعتبار بتفاوت الاحکام. مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: چوتھی بحث یہ ہے کہ مناطقہ کہتے ہیں کہ کلی کلیات خمسہ کی جنس ہے تو کلی بیک وقت جنس سے عام اور خاص دونوں ہوگی اور اس کا حل یہ ہے کہ جنس کا کلی ہو جنس کی ذات کے اعتبار سے ہے اور کلی کا جنس ہونا عرض کے اعتبار سے ہے اور ذات کا اعتبار عرض کے اعتبار کا غیر ہے اور اعتبار کے بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں۔

چوتھی بحث سوال کے جواب میں ہے۔

سوال کی تقریر

تمہید

(۱) کلی اپنے پانچوں قسموں کے لئے جنس ہے اس لئے کہ پانچوں قسموں کی

تعریف کلی سے شروع ہوتی ہے اور جس سے تعریف شروع ہوتی ہے وہ شئ اس کے لئے جنس ہوتی ہے لہذا کلی اپنے پانچوں قسموں کے لئے جنس ہے۔

(۲) جنس عام ہوتی ہے اور ذی جنس خاص۔ جیسے حیوان عام ہے، انسان خاص ہے۔

(۳) فرد خاص ہوتا ہے اور ذی فرد عام ہوتا ہے۔ جیسے زید خاص، انسان عام۔

اشکال یہ ہے کہ کلی میں اجتماع ضدین لازم آتا ہے اس لئے کہ کلی اپنے پانچوں قسموں کی جنس ہے اور پانچوں قسموں میں ایک قسم جنس ہے تو کلی جنس کی بھی جنس ہے اور جنس عام ہوتی ہے اور ذی جنس خاص، لہذا کلی عام اور جنس خاص اور جنس کی تعریف کلی پر صادق آتی ہے اور جس پر تعریف صادق آئے وہ اس کا فرد ہوتا ہے لہذا کلی جنس کا فرد اور فرد خاص ہوتا ہے اور ذی فرد عام تو کلی خاص اور جنس عام تو ایک ہی چیز کا عام وخاص ہونا لازم آیا یہ اجتماع ضدین ہے۔

جواب کی تقریر

اجتماع ضدین لازم نہیں آتا ہے؛ اس لئے کہ اس کے لئے ضروری ہے کہ ایک ہی اعتبار سے ہو اور یہاں دو اعتبار سے ہے وہ اس طرح کہ کلی کا عام ہونا ذات کے اعتبار سے ہے اور خاص ہونا فردیت وعرض کے اعتبار سے ہے تو اعتبار بدل گیا اور اعتبار کے بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں۔

سوال

ومن ھٰھنا تبین جواب ماقیل ان الکلی فرد من نفسه فهو غیره وسلب الشئ عن نفسه محال. مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: اور یہیں اس اشکال کا جواب واضح ہو گیا جو کہا گیا ہے کہ کلی خود اپنی ذات کا ایک فرد ہے تو وہ اپنی ذات کا غیر ہے اور سلب الشئ عن نفسہ محال ہے۔

وضاحت: ماقبل کے جواب پر تفریع کرتے ہوئے مصنفؒ کہتے ہیں کہ اس جواب سے ایک دوسرا اشکال حل ہوگیا۔

اشکال کی تقریر

کلی میں سلب الشیٔ عن نفسہ لازم آتا ہے اور سلب الشیٔ عن نفسہ محال ہے اور جو کسی محال کو مستلزم ہو وہ خود محال ہے لہذا کلی محال ہے، کیسے؟ وہ اس طرح کہ کلی کے پانچ افراد ہیں اور یہ پانچوں کلی ہیں لہذا کلی کلی کا فرد ہے اور فرد ذی فرد کا غیر ہوتا ہے تو کلی کلی کا غیر ہوا اور غیر سے نفی کرنا صحیح ہے لہذا الکلی لیس بکلی کہنا صحیح ہونا چاہئے حالانکہ یہ محال ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب کی تقریر

کلی کا کلی کے لئے عین ہونا ذات کے اعتبار سے ہے اور فرد ہونا عرض کے اعتبار سے ہے اور سلب الشیٔ عن نفسہ محال ذات کے اعتبار سے ہے، نہ کہ عرض کے اعتبار سے تو اعتبار بدل گیا اور اعتبار کے بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں۔

سوال

الخامس قیل ان کان موجوداً فھو مشخص فکیف مقولیتہٗ علی کثیرین والافکیف یکون مقوماللجزئیات الموجودۃ وحلہ ان کل موجود معروض التشخص مسلم وذٰلك دلیل التقسیم والاشتراك ودخول التشخص فی کل موجود ممنوع. مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: پانچویں بحث یہ ہے کہ کلی اگر موجود ہے تو مشخص ہے تو اس کا کثیرین پر صادق آنا کیسے صحیح ہوگا؟ ورنہ کلی اپنے جزئیات موجودہ کے لئے کیسے مقوم ہوگی؟ اور اس کا جواب یہ ہے کہ موجود تشخص کا معروض ہے ہمیں تسلیم ہے اور یہی تقسیم اور اشتراک کی

دلیل ہے اور تشخص کا ہر موجود کی ذات میں داخل ہونا ہمیں تسلیم نہیں ہے۔

پانچویں بحث سوال و جواب کے بیان میں ہے۔

سوال کی تقریر

کلی میں وجود و عدم وجود کے درمیان واسطہ لازم آتا ہے اور واسطہ باطل ہے اور جو کسی باطل کو مستلزم ہو وہ خود باطل لہذا کلی باطل ہے، کیسے؟ وہ اس طرح کہ ہم پوچھتے ہیں کہ کلی موجود ہے یا معدوم اگر موجود ہے تو ہر موجود مشخص ہرتا ہے تو کلی مشخص اور ہر مشخص جزئی ہوتا ہے لہذا کلی جزئی اور کوئی جزئی کثیرین پر صادق نہیں آتی ہے لہذا کلی بھی کثیرین پر صادق نہیں آئے گی حالانکہ صادق آتی ہے معلوم ہوا کہ موجود نہیں ہے اور اگر معدوم ہے تو معدوم کسی شئ کو وجود میں نہیں لاتا ہے لہذا کلی بھی اپنے جزئیات کو وجود میں نہیں لائے گی حالانکہ وجود میں لاتی ہے معلوم ہوا کہ معدوم بھی نہیں تو نہ موجود نہ معدوم یہ وجود و عدم وجود میں واسطہ ہے۔

جواب کی تقریر

ہم شق اول کو اختیار کرتے ہیں یعنی موجود ہے، رہا آپ کا یہ کہنا کہ ہر موجود مشخص ہوتا ہے تو تشخص اس کی ذات میں داخل نہیں ہے؛ بلکہ عارض ہوتا ہے اور جب ذات میں داخل نہیں ہے تو ذاتی اعتبار سے مشخص نہیں ہے اور جب مشخص نہیں ہے تو جزئی نہیں ہے اور جب جزئی نہیں ہے تو کثیرین پر صادق آئے گی وذٰلک دلیل التقسیم والاشتراک تشخص کا عارض ہونا دلیل ہے تقسیم واشتراک کی، یعنی تشخص کے عارض ہونے کی وجہ سے کلی منقسم ہوتی ہے۔ مثلاً حیوان ایک کلی ہے، خارج سے ایک تشخص ناطق آیا تو حیوان ناطق ہو گیا، پھر ناہق آیا تو حیوان ناہق ہو گیا۔

سوال

الثانی النوع وهو المقول علی المتفقة الحقیقة فی جواب ماهو کل حقیقة

بالنسبة الى حصصها نوع وقد يقال على الماهية المقول عليها و على غيرها الجنس فى جواب ما هو قولاً اوليا، الاول الحقيقى والثانى الاضافى۔ مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔اور قولاً اولیا کی قید کا فائدہ بھی تحریر کریں؟

جواب

ترجمہ: کلی کی دوسری قسم نوع ہے۔وہ کلی ہے جو ماھو کے جواب میں متفق الحقائق چیزوں پر محمول ہو، ہر ماہیت اپنے حصص کی طرف نسبت کرتے ہوئے نوع ہے اور کبھی نوع اس ماہیت پر بولا جاتا ہے کہ اس پر اور اس کے غیر پر ماھو کے جواب میں بلاواسطہ محمول ہو اور پہلی قسم نوع حقیقی ہے اور دوسری قسم نوع اضافی ہے۔

وضاحت: دوسری کلی نوع ہے نوع کی دو قسمیں ہیں، حقیقی ،اضافی

نوع حقیقی

نوع حقیقی وہ کلی ذاتی ہے جو ایسے بہت افراد پر بولی جائے جن کی حقیقتیں ایک ہوں، ماھو کے جواب میں۔ مثلاً انسان بہت افراد پر بولا جاتا ہے اور سب کی حقیقت حیوان ناطق ہے۔

نوع اضافی

نوع اضافی اس نوع کو کہتے ہیں کہ ایک ماہیت اور دوسری ماہیت کو لے کر ماھو کے ذریعے سوال کیا جائے تو بلاواسطہ جواب میں جنس واقع ہو۔مثلاً انسان ایک ماہیت ہے، فرس ایک ماہیت ہے ......اب انسان اور فرس کو لے کر سوال کیا جائے تو جواب میں بلاواسطہ جنس یعنی حیوان آئے گا، تو یہ دونوں نوع اضافی ہیں۔

قولاً اولیاً کی قید کا فائدہ

تمہید

کلیات کا سلسلہ اشخاص پر منتہی ہوجاتا ہے اس کے اوپر اصناف ہیں۔صنف کہتے

ہیں وہ نوع جو صفات عرضیہ سے مقید ہو، اس کے اوپر انواع ہیں اور ان کے اوپر اجناس ہیں تو اجناس کا حمل اصناف اشخاص پر انواع کے واسطہ سے ہوتا ہے۔ مثلاً ترتیب اس طرح ہے

جوہر

جسم مطلق

جسم نامی

حیوان

انسان

ہندوستانی

زید

زید شخص ہے اس کے اوپر ہندوستانی صنف ہے، اس کے اوپر انسان نوع ہے، اس کے اوپر حیوان جنس ہے تو حیوان کا حمل ہندوستانی پر انسان کے واسطے سے ہوگا۔

اب سنئے...... اگر نوع اضافی میں قولاً اولیاً کی قید نہ لگائی جاتی تو صنف بھی داخل ہوجاتی، اس لئے کہ صنف کے جواب میں بھی جنس آتا ہے۔ مثلاً الفرس والهندی ماهما تو جواب میں آئے گا حیوان، تو ہندوستانی ایک صنف ہے اس کے جواب میں حیوان آیا لیکن انسان کے واسطہ سے، یہی وجہ ہے کہ اگر ہم صرف الهندی ماهو کہتے ہیں تو جواب میں انسان آتا ہے، نہ کہ حیوان معلوم ہوا کہ صنف کے جواب میں جنس آتا ہے؛ لیکن بالواسطہ، اس لئے مصنفؒ نے بلاواسطہ کی قید لگائی۔

قوله: كل حقيقة بالنسبة الى حصصها نوع اس عبارت کو کے سمجھنے سے پہلے ایک تمہید ذہن نشیں کیجئے۔

حقیقت کے تحت افراد ہوتے ہیں؛ لیکن افراد دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ افراد ہیں جن میں کثرت ہے یعنی اس کے بھی افراد ہیں جیسے حیوان ایک حقیقت ہے، انسان، بقر، غنم وغیرہ اس کے افراد ہیں اور ان افراد کے بھی افراد ہیں۔ مثلاً انسان کے افراد زید، عمر وغیرہ۔ اور ایک وہ افراد ہیں جن میں کثرت نہیں ہے یعنی ان کے افراد کے

افراد نہیں ہیں، تو جن کے افراد میں کثرت ہے اسے حصص کہتے ہیں لہذا انسان، غنم وغیرہ حصص ہیں۔اور جن میں کثرت نہیں ہے اسے جزئی کہتے ہیں اب عبارت سمجھئے۔
مصنفؒ کہتے ہیں کہ ہر حقیقت اپنے حصص کی طرف نسبت کرتے ہوئے نوع ہے۔
مثلاً حیوان ایک حقیقت ہے انسان، غنم وغیرہ اس کے حصص ہیں تو جب حیوان کی نسبت انسان کی طرف کی جائے تو یہ حیوان انسان کے لئے نوع ہوگا۔

سوال

وھو کالجنس امامفرد او مرتب اخص الکل السافل، واعم الکل العالی والاخص الاعم المتوسط . مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ : اور وہ (نوع) جنس کی طرح ہے یا تو مفرد ہوگا یا مرتب، تمام اجناس وانواع میں اخص سافل ہے اور سب سے عام عالی ہے اور جو اخص بھی ہو اور اعم بھی وہ متوسط ہے۔
وضاحت: یہاں سے نوع وجنس دونوں کی تقسیم کر رہے ہیں۔جنس ونوع کی اولاً دو قسمیں ہیں، مفرد و مرتب

مفرد : کہتے ہیں جو سلسلہ ترتیب میں واقع نہ ہو۔جیسے عقل یہ سلسلہ ترتیب میں واقع نہیں ہے۔

مرتب : کہتے ہیں جو سلسلہ ترتیب میں واقع ہو۔جیسے جسم نامی۔
مرکب کی تین قسمیں ہیں، چاہے نوع ہو یا جنس، عالی، متوسط، سافل
ہر ایک کی مختصراً تفصیل

(۱) جنس عالی کہتے ہیں، جس کے اوپر کوئی جنس نہ ہو؛ البتہ اس کے نیچے جنس ہو۔جیسے جوہر اس کے اوپر کوئی جنس نہیں ہے؛ لیکن اس کے نیچے جسم مطلق، جسم نامی جنس ہے۔
(۲) جنس متوسط کہتے ہیں جس کے اوپر اور نیچے دونوں جگہ جنس ہوں۔جیسے جسم

نامی اس کے اوپر جسم مطلق ہے اور نیچے حیوان ہے۔

(۳) جنس سافل کہتے ہیں جس کے نیچے کوئی جنس نہ ہو؛ البتہ اس کے اوپر جنس ہو۔ جیسے حیوان اس کے نیچے کوئی جنس نہیں ہے؛ اس لئے کہ انسان نوع ہے اور اس کے اوپر جنس ہے جسم نامی۔

(۱) نوع عالی کہتے ہیں جس کے اوپر کوئی نوع نہ ہو، البتہ اس کے نیچے نوع ہو۔ جیسے جسم مطلق اس کے اوپر کوئی نوع نہیں ہے اس لئے کہ اس کے اوپر جوہر ہے جو کہ جنس ہے، نہ کہ نوع۔

(۲) نوع متوسط کہتے ہیں جس کے اوپر اور نیچے دونو جگہ نوع ہوں۔ جیسے جسم نامی اس کے اوپر جسم مطلق ہے اور اس کے نیچے حیوان ہے۔

(۳) نوع سافل کہتے ہیں جس کے نیچے کوئی نوع نہ ہو۔ جیسے انسان، اس کے نیچے کوئی نوع نہیں ہے؛ اس لئے کہ اس کے نیچے افراد ہیں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

سوال

لان الجنسيةباعتبار العموم والنوعيةباعتبار الخصوص يسمى النوع السافل نوع الانواع والجنس العالى جنس الاجناس. مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: اور اس لئے کہ جنسیت عموم کے اعتبار سے ہے اور نوعیت خصوص کے اعتبار سے ہے اس لئے نوع سافل کو نوع الانواع اور جنس عالی کو جنس الاجناس کہا جاتا ہے۔

مطلب: یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال کی تقریر

جنس و نوع دونوں کی تین قسم ہیں تو جس طرح جنس عالی کو جنس الاجناس کہتے ہیں، اسی طرح نوع عالی کو بھی نوع الانواع کہنا چاہئے؛ حالانکہ نوع سافل کو نوع الانواع

کہتے ہیں۔

جواب کی تقریر

دونوں کی ترتیب میں فرق ہے۔جنس میں ترتیب ہوتی ہے، صعودی یعنی نیچے سے اوپر کی جانب اور نیچے خاص ہے تو گویا خاص سے عام کی طرف ترتیب ہوتی ہے ،تو جو سب سے زیادہ عام ہوگا اسے جنس الاجناس کہیں گے اور سب سے زیادہ عام جنس عالی ہے؛ اس لئے اسے جنس الاجناس کہتے ہیں۔

اور نوع میں ترتیب نزولی یعنی اوپر سے نیچے کی جانب اور اوپر عام ہے تو گویا عام سے خاص کی جانب ،تو جو سب سے زیادہ خاص ہوگا اسے نوع الانواع کہیں گے اور سب سے زیادہ خاص ،نوع سافل ہے؛ اس لئے اسے نوع الانواع کہتے ہیں۔

سوال

الثالث الفصل وهو المقول فى جواب اى شئ هو فى جوهره وما لا جنس له كالوجود لا فصل له فان ميزه عن مشاركات الجنس القريب فهو قريب او البعيد فهو بعيد. عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ : تیسری کلی فصل ہے ۔اور وہ کلی ہے جو ای شئ ہو فی جوہرہ کے جواب میں محمول ہو اور جس شئ کے لئے کوئی جنس نہ ہو اس کے لئے کوئی فصل نہیں ہے تو اگر فصل شئ کو جنس قریب میں شریک افراد سے جدا کرے تو وہ فصل قریب ہے یا جنس بعید میں شریک افراد سے جدا کرے تو وہ فصل بعید ہے۔

وضاحت: تیسری کلی فصل ہے، فصل وہ کلی ذاتی ہے، جو ای شئ ہو فی ذاتہ کے جواب میں بولا جائے ۔جیسے زید ای شئ ہو فی ذاتہ ،زید اپنی ذات کے اعتبار سے کیا ہے۔جواب آئے گا ناطق ،تو یہ ناطق فصل ہے اور فصل کا کام ہے، جنس کے افراد میں امتیاز پیدا کرنا،لہذا

جس کے لئے جنس نہیں ہوگا اس کے لئے فصل بھی نہیں ہوگا۔

قولہ: فان میزہ ،یہاں سے مصنفؒ فصل کی تقسیم کرر ہے ہیں۔ فصل کی دو قسمیں ہیں فصل قریب، فصل بعید

فصل قریب

فصل قریب کہتے ہیں کہ ماہیت کو جنس قریب کے افراد سے جدا کرنا، جیسے انسان کے لئے جنس قریب حیوان ہے، اس حیوان میں انسان کے ساتھ فرس، غنم وغیرہ سارے افراد شریک ہیں، ناطق نے انسان کو فرس وغنم وغیرہ سے ممتاز کر دیا،لہذا ناطق فصل قریب ہے۔

فصل بعید

فصل بعید کہتے ہیں کہ ماہیت کو جنس بعید میں شریک افراد سے جدا کرنا۔ جیسے جسم نامی انسان کے لئے جنس بعید ہے، جسم نامی میں انسان کے ساتھ تمام حیوانات وشجر شریک ہیں۔ اب جسم نامی کے ساتھ حساس یا متحرک بالارادہ کو جوڑا گیا، تو شجر نکل گیا تو حساس نے انسان کو جنس بعید میں شریک افراد سے جدا کیا، اس لئے حساس فصل بعید ہے۔

سوال

وله نسبة الى النوع بالتقويم فيسمى مقوماو كلٍ مقومٍ للعالى متوم للسافل و لاعكس والى الجنس بالتقسيم فيسمى مقسماً وكل مقسم للسافل مقسم للعالى ولاعكس. مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ :اور فصل کے لئے نوع کی طرف نسبت ہوتی ہے تقویم کے سبب سے، اس صورت میں فصل کا نام فصل مقوم ہے اور ہر فصل جو عالی کے لئے مقوم سافل کے لئے بھی مقوم ہوگا اور اس کا برعکس نہیں ہے اور جنس کی طرف نسبت ہوتی ہے تقسیم کے سبب سے اس صورت میں فصل کا نام فصل مقسم ہے اور ہر وہ فصل جو سافل کے لئے مقسم ہوگا عالی کے لئے بھی مقسم ہے اور اس کا برعکس نہیں ہے۔

وضاحت: یہاں سے مصنف فصل کے جنس ونوع کی طرف نسبت کے اعتبار سے تقسیم کررہے ہیں۔ فصل کی دو قسمیں ہیں مقوم، مقسم

جب فصل کی نسبت نوع کی طرف کی جائے تو اسے فصل مقوم کہتے ہیں۔ مثلاً ناطق ایک فصل ہے انسان کے لئے اور انسان نوع ہے تو جب ناطق کی نسبت انسان کی طرف کی جائے اور یوں کہا جائے 'الانسان الناطق' تو ناطق فصل مقوم ہوگا۔ مقوم کے معنی ہیں حقیقت میں داخل ہونے والا فصل؛ چونکہ نوع کی حقیقت میں داخل ہوتی ہے، اس لئے اس کا نام فصل مقوم ہے۔ اور جب فصل کی نسبت جنس کی طرف کی جائے تو اسے فصل مقسم کہتے ہیں۔ مثلاً ناطق کی نسبت حیوان کی طرف کی جائے اور یوں کہا جائے "الحیوان الناطق" تو ناطق فصل مقسم ہوگا۔ مقسم کے معنی ہیں تقسیم کرنے والا فصل؛ چونکہ جنس کو تقسیم کردیتی ہے، اس لئے اسے فصلِ مقسم کہتے ہیں۔

قولہ: کلی مقوم للعالی مقوم للسافل ولاعکس: جب فصل کی نسبت نوع کی طرف کی جائے تو اسے فصلِ مُقوم کہتے ہیں۔ اس پر مصنفؒ تفریع کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ، ہر وہ فصل جو عالی کے لئے مقوم ہوگا سافل کے لئے بھی مقوم ہوگا۔ جیسے جسم مطلق کے لئے طول، عرض، عمق فصل مقوم ہے؛ اسی طرح جسم نامی کے لئے بھی فصلِ مقوم ہے، اس لئے کہ جس طرح ہر جسم مطلق میں طول، عرض، عمق ہوتا ہے۔ اسی طرح ہر جسم نامی میں بھی طول، عرض، عمق ہوتا ہے، لہذا اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ، جو عالی کے لئے مقوم ہوگا وہ سافل کے لئے بھی مقوم ہوگا؛ لیکن اس کا عکس نہیں ہے یعنی جو سافل کے لئے مقوم ہو وہ عالی کے لئے بھی مقوم ہو ایسا نہیں ہے۔ جیسے ناطق انسان کے لئے مقوم ہے؛ لیکن حیوان کے لئے مقسم ہے۔

قولہ: وکل مقسم للسافل مقسم للعالی ولاعکس: جب فصل کی نسبت جنس کی طرف کی جائے تو اسے فصلِ مقسم کہتے ہیں۔ اس پر تفریع کرتے ہوئے مصنفؒ کہتے ہیں کہ جو سافل کے لئے مقسم ہوگا عالی کے لئے بھی مقسم ہوگا۔ مثلاً ناطق، حیوان کے لئے مقسم ہے

تو جسم نامی کے لئے بھی مقسم ہے جسم مطلق کے لئے بھی مقسم ہے؛ لیکن اس کا عکس نہیں ہے یعنی جو فصل عالی کے لئے مقسم ہو وہ سافل کے لئے بھی مقسم ہو ایسا نہیں ہے۔ مثلاً متحرک بالارادہ جسم نامی کے لے مقسم ہے؛ لیکن حیوان کے لئے مقسم نہیں ہے؛ اس لئے کہ ہر حیوان متحرک بالارادہ ہے۔

سوال

قال الحکماء: الجنس امرٌ مبهمٌ لایتحصل الا بالفصل فلایکون فصل الجنس جنساً للفصل ولایکون لشئ واحد فصلان قریبان ولایقوم الا نوعا واحداً ولایقارن الا جنساً واحداً فی مرتبۃ واحدۃ وفصل الجوہر جوہر خلافاً للاشراقیۃ۔ مسائل خمسہ کی مکمل وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: حکماء نے کہا کہ جنس ایک امر مبہم ہے اس کا تحصل (تعین) نہیں ہوتا ہے مگر فصل کے ذریعے، لہذا جنس کی فصل، کسی فصل کے لئے جنس نہیں بن سکتی ہے اور ایک شئ کے لئے دو فصل قریب نہیں ہوسکتی ہیں اور فصل ایک ہی نوع کے لئے مقوم ہوسکتی ہے اور فصل ایک درجہ میں ایک ہی جنس سے معاون ہوگی اور جوہر کی فصل جوہر ہی ہوگی اس میں اشراقیہ کا اختلاف ہے۔

وضاحت: جنس، فصل، نوع کے خاتمہ پر ایک ضابطہ اور اس پر متفرع ہونے والے پانچ مسائل کو بیان کرر ہے ہیں، جس کی تفصیل یہ ہے۔

جنس ایک امر مبہم ہے، ذہن میں کئی نوعوں کے درمیان متردد رہتا ہے اس کا تعین فصل سے ہوتا ہے اور جس کے ذریعہ تعین ہو وہ اس کے لئے علت ہوتا ہے لہذا فصل جنس کے لئے علت ہے، فصل کے جنس کے لئے علت ہونے پر پانچ مسئلے متفرع ہوتے ہیں۔

(۱) فلایکون فصل الجنس جنساً للفصل، یعنی جب ایک چیز کو فصل مان

لیا گیا تو اب وہ کبھی بھی دوسرے فصل کے لئے جنس نہیں بن سکتی ؛ بلکہ وہ ہمیشہ فصل ہی رہے گی۔ مثلاً ناطق، حیوان کے لئے فصل ہے تو اب کسی شئ کے لئے جنس نہیں بن سکتی۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

دلیل

اس لئے کہ ایک چیز کو جب فصل مان لیا گیا تو فصل علت ہوتی ہے تو وہ شئ علت ہوگئی اور جنس معلول ہوتی ہے اب اگر اسی کو جنس مان لیا جائے تو ایک ہی شئ کا علت اور معلول ہونا لازم آئے گا اور یہ باطل ہے۔

(۲) **ولایکون لشئ واحدفصلان قریبان**، ایک شئ کے لئے دو فصلِ قریب نہیں ہوسکتے؛ اس لئے کہ فصل ہوتی ہے علت، تو اگر ایک شئ کے لئے دو فصلِ قریب ہوں تو ایک شئ کے لئے دو علت ہونا لازم آئے گا؛ حالانکہ ایک شئ کے لئے ایک ہی علت ہوتی ہے۔

(۳) **ولایقوم الانوعاًواحداً**، ایک فصل ایک حال میں ایک ہی نوع کے لئے مقوم ہوسکتی ہے، اس لئے کہ اگر ایک فصل دونوعوں کے لئے مقوم ہو تو ہم پوچھتے ہیں کہ ان دونوں کی جنس ایک ہے یا زیادہ، اگر دونوں نوعوں کی جنس ایک ہے تو جب جنس و فصل ایک ہے تو اس کی حقیقت بھی ایک ہوگی اور حقیقت کا نام نوع ہے تو دو نوع نہیں رہے؛ بلکہ ایک ہی نوع رہا تو ایک فصل ایک ایک نوع کے لئے مقوم ہوا اور اگر جنس زیادہ ہے تو معلول کا علت سے تخلف لازم آئے گا؛ اس لئے کہ جس وقت فصل ایک نوع کے لئے مقوم ہوگی اس وقت صرف اسی نوع کی جنس پائی جائے گی دوسری جنس نہیں پائی جائے گی، تو معلول کا علت کے بغیر پایا جانا لازم آئے گا اور یہ باطل ہے، لہذا یہ بات ثابت ہوگئی کہ ایک فصل ایک وقت میں ایک ہی نوع کے لئے مقوم ہوسکتی ہے۔

(۴) **ولایقارن الاجنساًواحداً فی مرتبة واحدة**، ایک فصل ایک وقت میں ایک ہی جنس کے ساتھ متصل ہوگی، اس لئے کہ فصل علت ہوتی ہے اور جنس معلول اور ایک علت سے ایک حال میں ایک ہی معلول پیدا ہوتا ہے، لہذا ایک فصل ایک حال میں ایک

ہی جنس کے ساتھ متصل ہوگی۔

(۵) وفصل الجوھر جوھر، جوہر کی فصل جوہر ہی ہوگی۔اشراقیین کا کہنا ہے کہ جوہر کی فصل عرض ہوسکتی ہے۔جمہور کہتے ہیں کہ جوہر کی فصل جوہر ہی ہوگی عرض نہیں ہوسکتی؛اس لئے کہ اگر جوہر کی فصل عرض ہوتو علت کا ضعیف اور معلول کا قوی ہونالازم آئے گا؛ حالانکہ علت قوی ہوتی ہے اور معلول ضعیف، کیسے؟

وہ اس طرح کہ فصل علت ہوتی ہے اور علت قوی ہوتی ہے لہذا فصل قوی ہوگی اور جنس معلول ہوتی ہے اور معلوم ضعیف ہوتا ہے لہذا جنس ضعیف ہوگی۔اب اگر جوہر کی فصل عرض ہو توعرض ہوتا ہے کمزور،تو فصل ہوگی کمزوراور فصل علت ہوتی ہے تو علت کمزورہوگی۔ اس کے بخلاف جوہر قوی ہوتا ہے اور جوہر ہے معلول تو معلول قوی ہوگیا حالانکہ معلوم ضعیف ہوتا ہے۔اس تقریر سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ جوہر کی فصل جوہر ہی ہوگی۔

سوال

وھھناشك من وجھین الاول ماوردفی الشفاء وھوان کل فصل معنی من المعانی فاما اعم المحمولات اوتحته والاول باطل فھومنفصل عن المشارکات بفصل فاذن لکل فصلٍ فصلٌ ویتسلسل وحله لانسلم انفصال کل مفھوم بالفصل. عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ:اور یہاں(مقام فصل میں)دوطرح سے شک ہے،پہلاطریقہ وہ ہے جس کو شیخ نے شفامیں ذکرکیاہے اوروہ یہ ہے کہ ہر فصل معانی میں سے ایک معنیٰ ہے،لہذا فصل یاتو تمام محمولات میں اعم ہوگی یااعم کے تحت ہوگی،پہلی صورت محال ہے ،لہذاوہ دیگر مشارکات سے ممتاز ہوگی دوسری فصل کے ذریعے تو اس وقت لازم آئے گا کہ ہر فصل کے

لئے فصل ہو اور یہ سلسلہ غیر متناہی ہوگا۔

وضاحت: ھٰھنا کا مشارالیہ مقام فصل ہے، مقام فصل میں دو اشکال وارد ہوا ہے، ایک شیخ بوعلی سینا نے اپنی کتاب شفاء میں ذکر کیا ہے اور دوسرا خود مصنف ؒ کے ذہن میں آیا ہے۔ اس عبارت میں شیخ بوعلی سینا کے اشکال کا ذکر ہے، جس کا حاصل یہ ہے۔

اشکال کی تقریر

فصل میں تسلسل لازم آتا ہے اور تسلسل باطل ہے اور جو باطل کو مستلزم ہو وہ خود باطل، لہذا فصل باطل، کیسے؟ وہ اس طرح کہ فصل ایک کلی ہے اور ہر کلی مفہوم ہوتی ہے، تو فصل مفہوم ہوگی اور ہر مفہوم دو حال سے خالی نہیں، مقولات عشرۃ میں سے ہوگا یا تحت ہوگا، مقولات عشرۃ میں ہونا باطل؛ اس لئے کہ اس وقت مقولات عشرۃ عشر نہیں رہے گا؛ بلکہ احد عشر بن جائے گا تو مقولات عشر کے تحت ہونا ثابت، تو جس مقولے کے تحت ہوگا وہ مقولہ اس کے لئے جنس ہوگا۔ اب اس فصل کو جنس کے دیگر افراد سے ممتاز کرنے کے لئے دوسرے فصل کی ضرورت پڑے گی وہ دوسری فصل بھی، دو حال سے خالی نہیں، مقولات عشرۃ میں سے ہوگا یا تحت ہوگا، مقولات عشر میں سے ہونا باطل، تو تحت ہونا ثابت تو جس مقولے کے تحت ہوگا وہ مقولہ اس کے لئے جنس ہوگا۔ اب دوسری فصل کو جنس کے افراد سے ممتاز کرنے کے لئے تیسری فصل کی ضرورت پڑے گی اس طرح غیر متناہی طریقے پر ہر فصل کے لئے فصل ہوگی، یہ تسلسل ہے اور تسلسل باطل ہے۔

جواب کی تقریر

ہم شقِ ثانی کو اختیار کرتے ہیں یعنی تحت ہونا، رہا آپ کا یہ کہنا کہ اس جنس سے ممتاز کرنے کے لئے فصل کی ضرورت پڑے گی، ہمیں تسلیم نہیں؛ اس لئے کہ امتیاز صرف فصل ہی سے نہیں ہوتا ہے، بلکہ عرض سے بھی ہوتا ہے تو ہر فصل کے لئے فصل سے ہونا لازم نہیں آیا۔

سوال

والثانی ماسنح لی وھوان الکلی کمایصدق علی واحدمن افرادہ یصدق علی کثیرین من افرادہ بصدق واحدفمجموع الانسان والفرس حیوان فلہ فصلان قریبان. مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں نیز مصنفؒ نے حلہ سے جوجواب دیا ہے اس کوبھی تحریر کریں۔

جواب

ترجمہ: اوردوسرا طریقہ جومیرے دل میں آیا ہے وہ یہ ہے کہ کلی جس طرح اپنے افراد میں ایک فرد پرصادق آتی ہے اسی طرح اپنے بہت سے افراد پر یکبارگی صادق آتی ہے توانسان اورفرس کا مجموعہ حیوان ہے پس حیوان کے لئے دو فصل قریب ہے۔

وضاحت: مقام فصل میں دواعتراض واقع ہوئے تھے یہ دوسرااعتراض ہے، جومصنفؒ کے ذہن میں آیا ہے۔اعتراض کوسمجھنے سے پہلے دو باتیں ذھن نشیں کیجئے۔

کلی کے اپنے افراد پرصادق آنے کی دوصورتیں ہیں ،صدقِ انفرادی،صدقِ اجتماعی دوسرے لفظوں میں یوں کہا جائے کہ کلی جس طرح اپنے ہرہرفرد پرصادق آتی ہے اسی طرح مجموعے پربھی صادق آتی ہے۔اور مجموعہ شیٔ واحد ہوتا ہے۔مثلاً انسان جس طرح زید،عمر، بکر،خالد پرتنہاتنہا صادق آتا ہے اسی طرح ان تمام کے مجموعے پربھی صادق آتا ہے لہذا جس طرح زیدانسان ہے ، خالد انسان ہے، اسی طرح ان دونوں کا مجموعہ بھی انسان ہے۔

اشکال کی تقریر

آپ کا یہ کہنا کہ ایک شیٔ کے لئے دوفصل قریب نہیں ہوسکتے ،ہمیں تسلیم نہیں ہے،اس لئے کہ ماقبل کی تمہید کی بناپر جس طرح تنہاانسان حیوان ہے اورتنہافرس حیوان ہے،اسی طرح ان دونوں کا مجموعہ بھی حیوان ہے اور مجموعہ شیٔ واحد ہوتا ہے،تواب حیوان سے انسان کوجداکرنے کے لئے ایک فصل کی ضرورت پڑے گی اسی طرح فرس کوجداکرنے کے لئے ایک اور فصل کی ضرورت پڑے گی تومجموعہ شیٔ واحدکے لئے دوفصل قریب ہوگئے

ہ معلوم ہوا کہ ایک شئ کے لئے دو فصلِ قریب ہو سکتے ہیں۔

حلہٗ کی تقریر

تمہید

ہر دو کا وجود تیسرے کے وجود کو مستلزم ہے یعنی جب دو چیزیں ملتی ہیں تو تیسری چیز کا وجود ہوتا ہے اور وہ مجموعہ ہے اور مجموعہ شئ واحد ہوتا ہے۔

جواب

یہ ہے کہ جس طرح انسان اور فرس کے لئے مجموعہ ہے، اسی طرح ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ناطق وصاہل کے لئے مجموعہ ہے، اس لئے کہ ضابطہ ہے کہ دو چیز کا وجود تیسرے کے وجود کو مستلزم ہے، تو جب ناطق وصاہل کے لئے بھی مجموعہ ہے تو مجموعہ مجموعہ کے لئے فصل ہوا اور مجموعہ شئ واحد ہوتا ہے تو شئ واحد، شئ واحد کے لئے فصل ہوا، لہذا ایک شئ کے لئے ایک ہی فصل ہوا نہ کہ دو، لہذا اشکال کافور ہو گیا۔

سوال

لایقال یلزم صدق العلة علی المعلول المرکب لانه مجموع المادیة والصورة وهو محال لان الاستحالةممنوع فانه معلول واحدوعلة کثیرة . مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: اس پر یہ نہ کہا جائے کہ اس صورت میں علت کا معلول مرکب پر صادق آنا لازم آتا ہے کیونکہ معلول علت مادیہ اور علت صوریہ کا مجموعہ ہے اور یہ صادق آنا محال ہے (اور یہ بات اس لئے نہ کہی جائے) کہ یہ استحالہ ہمیں تسلیم نہیں ہے اس لئے کہ مرکب معلول واحد ہے اور علت کثیرہ ہے۔

وضاحت: ماقبل کی تمہید پر وارد ہونے والے اشکال کا جواب ہے۔

اشکال کی تقریر

آپ کا یہ کہنا کہ کلی جس طرح اپنے ہر ہر فرد پر صادق آتی ہے، اسی طرح مجموعہ پر بھی صادق آتی ہے۔ یہ بات ہمیں تسلیم نہیں ہے؛ اس لئے کہ اس صورت میں معلول کا علت ہونا لازم آتا ہے اور یہ باطل ہے، کیسے؟ وہ اس طرح کہ علت ایک کلی ہے اس کے دو فرد ہیں، علت صوری، علت مادی، تو آپ کے بقول جس طرح علت، علتِ صوری اور علت مادی پر الگ الگ صادق آتی ہے، اسی طرح ان دونوں کے مجموعہ پر بھی صادق آئے گی اور مجموعہ معلول ہے تو علت معلول پر صادق آئی اور جس پر علت صادق آئے وہ خود علت ہوتی ہے لہذا معلول علت ہو گیا اور معلول کا علت ہونا باطل ہے اور یہ بطلان لازم آتا ہے آپ کی تمہید کی بنا پر، لہذا آپ کی تمہید باطل ہے۔ اور جب آپ کی تمہید باطل ہے تو آپ کا اشکال بھی باطل ہوا۔

مصنفؒ کہتے ہیں کہ یہ اشکال نہ کیا جائے؛ اس لئے کہ اس صورت میں معلول کا علت ہونا محال نہیں ہے؛ اس لئے کہ علتِ صوری و مادی کی دو حیثیتیں ہیں اجتماعی، انفرادی یعنی علت صوری و مادی تنہا تنہا علت ہے اور مجموعے کے اعتبار سے معلول ہے تو علت زیادہ ہوئی اور معلول ایک، تو علت ہونا کثرت کے اعتبار سے ہے اور معلول ہونا وحدت کے اعتبار سے ہے، تو اعتبار بدل گیا اور اعتبار کے بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں، لہذا معلول کا علت ہونا یہاں محال نہیں ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

سوال

لایقال مجموع شریکی الباری شریك الباری فبعض شریك الباری مرکب وکل مرکب ممکن مع ان کل شریك الباری ممتنع. مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ دو شریک الباری مجموعہ شریک الباری ہے لہذا بعض شریک الباری مرکب ہے اور ہر مرکب ممکن ہے حالانکہ ہر شریک الباری ممتنع ہے۔

وضاحت: یہ مصنفؒ کی تمہید پر وارد ہونے والا دوسرا اعتراض ہے۔

اعتراض کی تقریر

آپ کا یہ کہنا کہ کلی آپنے افراد پر انفراداً واجتماعاً دونوں طرح صادق آتی ہے، ہمیں تسلیم نہیں ہے؛ اس لئے کہ اس صورت میں محال لازم آتا ہے، کیسے؟ وہ اس طرح کہ شریک البارٰی ایک کلی ہے لہذا آپ کے بقول جس طرح ایک شریک الباری پر صادق آئے گی اسی طرح مجموعے پر بھی صادق آئے گی تو صورت یہ ہوگی۔

مجموع شريكى البارى شريك البارى وبعض شريك البارى مركب و كل مركب ممكن فبعض شريك البارى ممكن؛ حالانکہ کوئی شریك البارى ممکن نہیں۔

مصنفؒ کہتے ہیں کہ یہ اشکال نہ کیا جائے۔ دلیل لان امکان سے ہے۔ دلیل کا حاصل یہ ہے کہ دلیل کا کبریٰ ہمیں تسلیم نہیں یعنی آپ کا یہ کہنا کہ ہر مرکب ممکن ہے یہ ہمیں تسلیم نہیں ہے؛ اس لئے کہ مرکب کی دو قسمیں ہیں، مرکبِ فرضی، مرکب نفس الامری

مرکبِ فرضی

مرکب فرضی کہتے ہیں جس کے افراد کو فرض کرلیا گیا ہو، یہ اجزاء کا محتاج نہیں ہوتا ہے۔

مرکبِ نفس الامری

مرکب نفس الامری کہتے ہیں جس کے افراد خارج میں موجود ہوں۔

اب سنئے...... مرکب نفس الامری ممکن ہوتا ہے، نہ کہ فرضی اس لئے کہ ممکن وہ مرکب ہوتا ہے، جو اجزاء کا محتاج ہو اور مرکب نفس الامری اجزاء کا محتاج ہوتا ہے، لہذا یہ ممکن

ہوگا اور مرکب فرضی اجزاء کا محتاج نہیں ہوتا ہے لہذا یہ ممکن نہیں ہوگا اور شریک البارى کا مجموعہ یہ مرکب فرضی ہے، لہذا کوئی محال لازم نہیں آیا۔

سوال

لايقال على هذا يلزم من تحقق اثنين تحقق امور غير متناهية . مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: اس پر یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ اس صورت میں دو کے متحقق ہونے سے امور غیر متناہیہ کا متحقق ہونا لازم آتا ہے۔

وضاحت : یہ ایک سوال کا جواب ہے۔اشکال کی تقریر

آپ کا یہ کہنا کہ دو کا وجود تیسرے کے وجود کو مستلزم ہے اس سے تسلسل لازم آتا ہے اور تسلسل باطل ہے۔ کیسے؟ وہ اس طرح کہ دو کا وجود تیسرے کے وجود کو مستلزم ہوگا پھر تینوں کے مجموعہ سے چوتھے کا وجود ہوگا اسی طرح غیر متناہی طریقے پر چلتا رہے گا، اسی کا نام تسلسل ہے۔

جواب کی تقریر

تسلسل لازم نہیں آتا ہے ؛اس لئے کہ دو کے وجود سے تیسرے کا وجود ہوا یہ منشاء انتزاع کے اعتبار سے ہے یعنی تیسرے کے لئے دو چیزیں موجود ہیں؛ لیکن چوتھے اور پانچویں الی آخرہ کے لئے کوئی منشا انتزاع نہیں ہے بلکہ اعتباری ہے اور امر اعتباری میں تسلسل لازم نہیں آتا ہے ؛اس لئے کہ مان لیا جائے تو اس کا وجود ہوگا اور جب چھوڑ دیا جائے تو وجود ختم ہو جائے گا اور جب وجود ختم ہوگا تو تسلسل لازم نہیں آیا۔

سوال

الرابع الخاصۃوھوالخارج المقول علی ماتحت حقیقۃواحدۃ نوعیۃ اوجنسیۃشاملۃ ان عمت الافرادو الافغیر شاملہ. مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: چوتھی کلی خاصہ ہے۔اوروہ ایسی کلی ہے جوخارج ہواوران افراد پر محمول ہو جو ایک حقیقت کے تحت ہیں وہ حقیقت نوعی ہو یا جنسی، خاصہ شاملہ ہے اگرافراد کوعام ہوورنہ غیرشاملہ ہے۔

وضاحت : جب کلی ذاتی کے بیان سے فارغ ہوئے تواب کلی عرضی کو بیان کرر ہے ہیں۔کلی عرضی کی دوقسمیں ہیں، خاصہ،عرض عام،اس عبارت میں خاصہ کا بیان ہے۔

خاصہ

خاصہ وہ کلی عرضی ہے جوایک حقیقت کے افراد کے ساتھ خاص ہو۔اب حقیقت کی دوقسمیں ہیں،اس لئے خاصہ کی بھی دوقسمیں ہیں،خاصۃ النوع،خاصۃ الجنس ۔

خاصۃ النوع

خاصۃ النوع وہ کلی عرضی ہے ،جوحقیقت نوعیۃ کے افراد کے ساتھ خاص ہو۔جیسے ضاحک انسان کے افراد کے ساتھ خاص ہے اورانسان نوع ہے،لہذا ضاحک نوع کے ساتھ خاص ہوگا۔

خاصۃ الجنس

خاصۃ الجنس وہ کلی عرضی ہے،جوحقیقت جنسیہ کے افراد کے ساتھ خاص ہو۔جیسے ماشی حیوان کے افراد کے ساتھ خاص ہے اورحیوان جنس ہے،لہذاماشی جنس کے ساتھ خاص ہے۔پھر خاصہ کی دوقسمیں ہیں،شاملہ، غیر شاملہ

خاصہ شاملہ

خاصہ شاملہ وہ خاصہ ہے ،جوذی خاصہ کے تمام افراد میں پایاجائے ۔جیسے کتابت

بالقوہ انسان کا خاصہ ہے اور تمام افراد میں پایا جاتا ہے۔

خاصہ غیر شاملہ

خاصہ غیر شاملہ وہ خاصہ ہے، جوذی خاصہ کے تمام افراد میں نہ پایا جائے۔ جیسے کتابت بالفعل، انسان کا خاصہ ہے، لیکن تمام افراد میں نہیں پایا جاتا ہے۔

سوال

الخامس العرض العام وهوالخارج المقول على حقائق مختلفة و كل منهماان امتنع انفكاكه عن المعروض فلازم والافمفارق يزول بسرعةاوبطوء او لا. مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: پانچویں کلی عرض عام ہے اور وہ ایسی کلی ہے جو خارج ہو اور حقائق مختلفہ پر محمول ہو ان دوکلیوں میں سے ہر ایک کا معروض سے جدا ہونا اگر ممتنع ہے تو لازم ہے ورنہ مفارق ہے۔ مفارق جلدی زائل ہوگا یا دیر میں یا زائل ہوگا ہی نہیں۔

وضاحت: پانچویں کلی عرض عام ہے۔ عرض عام وہ کلی عرضی ہے، جو مختلف حقیقت والے افراد کے ساتھ لاحق ہو۔ جیسے ماشی، انسان، فرس، غنم وغیرہ سب کے ساتھ لاحق ہے اور ان تمام کی حقیقتیں مختلف ہیں۔

قولہ و کل منهما: اس عبارت سے مصنفؒ خاصہ وعرض عام دونوں کی تقسیم کر رہے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں، لازم، مفارق

اگر عارض کا معروض سے جدا ہونا ممتنع ہے تو لازم ہے۔ جیسے زوجیت کا اربع سے جدا ہونا ممتنع ہے اور اگر عارض کا معروض سے جدا ہونا، ممتنع نہیں ہے تو مفارق ہے۔ جیسے جوانی

قولہ یزول بسرعة: عرض مفارق کی تین قسمیں ہیں، سریع الزوال، بطئ الزوال، عدیم الزوال، اگر عارض معروض سے جلدی جدا ہوجائے تو عرض مفارق سریع الزوال

ہے۔جیسے ایک آدمی جب شرمندہ ہوتا ہے تو چہرے پر سرخی آجاتی ہے اور جب اس کو خوشخبری معلوم ہوتی ہے تو سرخی فوراً ختم ہو جاتی ہے اور اگر عارض معروض سے دیر سے جدا ہوتو بطئی الزوال ہے۔جیسے جوانی اور اگر عارض کا معروض سے جدا ہونا ممکن تو ہو؛لیکن جدا نہ ہوتا ہوتو عدیم الزوال ہے۔جیسے فلاسفہ کہتے ہیں کہ حرکت آسمان سے جدانہیں ہوتی ،لیکن جدا ہونا ممکن ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

سوال

الدوام لایخلوعن لزوم سببی. مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ:اور دوام لزوم سببی سے خالی نہیں ہوتا ہے۔

وضاحت :یہ ایک مشہور مسئلہ کا بیان ہے۔مسئلہ یہ ہے کہ جب ایک شئ دوسری شئ کے لئے دوامی طور پر ثابت ہے،لیکن جدا ہونا ممکن ہے تو یہ عرض لازم ہے یا عرض مفارق ۔ مشہور رائے یہ ہے کہ عرض مفارق ہے کیوں کہ بہر حال ایک نہ ایک دن جدائیگی ممکن ہے، مگر مصنفؒ کی رائے یہ ہے کہ یہ عرض لازم ہے،اس لئے کہ جب ایک شئ دوسری شئ کے لئے دوامی طور پر ثابت ہے تو کسی نہ کسی سبب کی وجہ سے ہوگا؛اس لئے کہ دوام سبب سے خالی نہیں ہوتا،تو جب دوام کسی نہ کسی سبب کی وجہ سے ہوگا تو اس سبب کے لئے بھی سبب ہوگا، یہاں تک کہ آخری سبب اللہ تعالیٰ ہیں اور اللہ لازم ہے تو جب دوام کا سبب لازم ہے تو وہ دوام بھی لازم ہوگا لہذا یہ عرض لازم ہوگا،نہ کہ عرض مفارق۔

سوال

هل لمطلق الوجود دخل ضروری فی لوازم الماهیة الحق لافان ضرورة لاتعلل حتی یجب وجود العلة او لا. مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: کیا وجود مطلق کا لوازم ماہیت میں دخل بدیہی ہے؟ حق بات یہ ہے کہ دخل نہیں ہے کیونکہ بداہت معلّل نہیں ہوتی ہے کہ پہلے علت کا وجود واجب ہو۔

ماقبل میں لازم کی تین قسمیں گذریں، لازم ماہیت، لازم وجود ذہنی، لازم وجود خارجی۔ لازم وجود خارجی میں، وجود خارجی کا دخل ہوتا ہے۔ مثلاً سواد حبشی کے لئے لازم ہے جب کہ خارج میں حبشی موجود ہو، اور لازم وجود ذہنی میں وجود ذہنی کا دخل ہے۔ مثلاً انسان کے لئے کلی ہونا لازم ہے جب کہ انسان ذہن میں ہو اگر انسان خارج میں ہو تو اب کلی نہیں ہوگا؛ بلکہ جزئی ہوگا، لیکن مسئلہ یہ ہے کہ لازم ماہیت میں وجود کو دخل ہے یا نہیں، اس میں اختلاف ہے۔ جمہور مناطقہ کی رائے یہ ہے کہ وجود کا دخل ہے، لیکن مصنفؒ کی رائے یہ ہے کہ وجود کا دخل نہیں ہے اس لئے کہ لازم ماہیت کا ماہیت کے لئے ثبوت بداہۃً ہوتا ہے۔ اب اگر اس کے ثبوت میں وجود کا دخل ہو تو وجود ثبوت کے لئے علت ہوگا تو بدیہی کے لئے علت ہونا لازم آئے گا؛ حالانکہ بداہت کی تعلیل بیان نہیں کی جاتی ہے۔ جیسے وجود اللہ کے لئے بداہۃ ثابت ہے اب ثبوت میں کسی علت کا محتاج نہیں ہے اس لئے لازم ماہیت میں وجود کو دخل نہیں ہے۔

سوال

وایضاً اللازم امابین وھوالذی یلزم تصورہ من تصور الملزوم وقدیقال البین علی الذی یلزم من تصورھما الجزم بالزوم وھواعم من الاول اوغیربین بخلافه. مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: نیز لازم یا تو بیّن ہوگا اور لازم بیّن وہ ہے کہ ملزوم کے تصور سے اس کا تصور لازم ہو اور کبھی بیّن اس پر بولا جاتا ہے کہ لازم وملزوم دونوں کے تصور سے لزوم کا یقین لازم

ہو جائے اور یہ پہلے لازم کے مقابلے میں اعم ہے۔یالازم غیر بیّن ہوگا جوان دونوں کے برخلاف ہو۔

تشریح: یہاں سے لازم کی دوسری تقسیم کرر ہے ہیں اس تقسیم کا حاصل یہ ہے کہ لازم کی اولاً دو قسمیں ہیں، لازم بیّن ،لازم غیر بیّن ،پھران میں سے ہرایک کی دو قسمیں ہیں، بالمعنی الاعم ،بالمعنی الاخص تو کل چار قسمیں ہوگئیں۔

لازم بیّن بالمعنی الاعم ،لازم بین بالمعنی الاخص ،لازم غیر بین بالمعنی الاعم ،لازم غیر بین بالمعنی الاخص

ہرایک کی مختصراً تفصیل

(۱) لازم بین بالمعنی الاعم ایسے لازم کو کہتے ہیں کہ ملزوم ولازم اورنسبت کے تصور کرنے سے دونوں کے درمیان لزوم کا یقین ہو جائے۔جیسے اربعہ وزوجیت اورنسبت کے تصور سے ان دونوں کے درمیان لزوم کا یقین ہو جاتا ہے۔

(۲) لازم بین بالمعنی الاخص ایسے لازم کو کہتے ہیں کہ ملزوم کے تصور سے لازم کا تصور حاصل ہو جائے۔جیسے عمیٰ کے تصور سے بصر کا تصور ہو جاتا ہے۔

(۳)لازم غیر بین بالمعنی الاعم ایسے لازم کو کہتے ہیں کہ ملزوم ولازم اورنسبت کے تصور سے لزوم کا یقین نہ ہو؛ بلکہ دلیل کی ضرورت پڑتی ہوں۔جیسے حدوث،عالم اورنسبت کے تصور سے عالم کے حادث ہونے کا یقین نہیں ہوتا ہے بلکہ دلیل کی ضرورت پڑتی ہے۔

لازم غیر بین بالمعنی الاخص ایسے لازم کو کہتے ہیں کہ ملزوم کے تصور سے لازم کا تصور نہ ہو۔جیسے کتابت بالقوہ انسان کے لئے لازم ہے؛لیکن انسان کے تصور سے کتابت بالقوہ کا تصور نہیں ہوتا ہے۔

سوال

وههناشك وان اللزوم لازم والاينهدم اصل الملازمتفيتسلسل اللزومات

شک کی وضاحت کریں نیز جواب بھی تحریر کریں۔

جواب

ترجمہ: اور یہاں ایک شک ہے اور وہ یہ ہے کہ لزوم لازم ہے ورنہ ملازمت کی بنیاد منہدم ہوجائے گی، تو لزومات میں تسلسل لازم آئے گا۔

وضاحت: اشکال کی تقریر

لازم کے یہ اقسام اس وقت صحیح ہوں گے جب کہ خودلازم کا وجود ہو، حالانکہ خودلازم کا وجود مسلم نہیں ہے، اس لئے کہ لازم اور ملزوم کے درمیان جولزوم ہے وہ لازم ہے یا نہیں، اگر وہ لزوم لازم نہ ہوتو لازم لازم نہیں رہے گا اور ملزوم ملزوم نہیں رہے گا؛ اس لئے کہ لازم اور ملزوم کی بنیاد لزوم پر ہے اور اگر وہ لزوم لازم ہے تو پھر اس لازم اور ملزوم کے درمیان لزوم ہوگا تو اب دوسرے لزوم کے بارے میں سوال ہوگا کہ وہ لزوم لازم ہے یا نہیں اگر لازم نہ ہوتو لزوم کی بنیاد منہدم ہوجائیگی اور اگر دوسرا لزوم بھی لازم ہے تو تیسرے لزوم کے بارے میں سوال ہوگا اس طرح لزومات کا سلسلہ غیر متناہی چلتا رہے گا اور جب لزومات کا سلسلہ چلتا رہے گا تو تسلسل لازم آئے گا اور تسلسل محال ہے اور جو چیز کسی محال کو مستلزم ہو وہ خود محال ہوتی ہے لہذا لازم کا وجود محال ہے۔ اور جب لازم کا وجود محال ہے تو لازم کی تقسیمیں بھی باطل ہیں۔

جواب کی تقریر

ہم شق اول کو اختیار کرتے ہیں یعنی لزوم لازم ہے، رہا آپ کا یہ کہنا کہ تسلسل لازم آئے گا تو تسلسل نفس الامر چیزوں میں لازم آتا ہے، امر اعتباری میں تسلسل لازم نہیں آتا ہے اور لزوم کا لازم ہونا امر اعتباری ہے؛ اس لئے تسلسل لازم نہیں آئے گا اور جب تسلسل لازم نہیں آئے گا تو لازم کا وجود ہوگا اور جب لازم کا وجود ہوگا تو اس کے اقسام بھی ہوں گے۔

سوال

فقولهم التسلسل فیهالیس محال صادق لعدم الموضوع. مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: رہا مناطقہ کا قول، تسلسل اعتباریات میں محال نہیں ہے، صحیح ہے موضوع کے معدوم ہونے کی وجہ سے۔

وضاحت: یہ ایک اشکال کا جواب ہے۔

اشکال یہ ہے کہ آپ کے قول اور مناطقہ کے قول میں تضاد ہے اس لئے کہ آپ نے کہا کہ امور اعتباریہ میں تسلسل ہی نہیں ہے اور مناطقہ کہتے ہیں امور اعتباریہ میں تسلسل محال نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ تسلسل تو ہے، لیکن محال نہیں ہے لہذا آپ کے اور مناطقہ کے قول میں تضاد ہے۔ مصنفؒ نے جواب دیا کہ کوئی منافات نہیں ہے اس لئے کہ مناطقہ کے قول کا بھی وہی مطلب ہے کہ تسلسل موجود ہی نہیں ہے۔ کیسے؟ وہ اس طرح کہ مناطقہ کا قول التسلسل لیس بمحال قضیہ حملیہ سالبہ ہے اور قضیہ سالبہ کے صحیح ہونے کے لئے موضوع کا موجود ہونا ضروری نہیں ہے لہذا اس قاعدہ کی بنا پر تسلسل کی نفی سے تسلسل کا موجود ہونا ضروری نہیں ہے اور جب تسلسل کا موجود ہونا ضروری نہیں ہے تو کوئی منافات بھی نہیں ہے۔

سوال

خاتمہ ......مفهوم الکل یسمی کلیامنطقیاًومعروض ذٰلك المفهوم یسمی کلیاًطبعیاًوالمجموع من العارض والمعروض یسمی کلیا عقلیاً وکذا الکلیات الخمس منهامنطقی وطبعی وعقلی. مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: خاتمہ......کلی کے مفہوم کا نام کلی منطقی ہے اور اس مفہوم کے معروض کا نام کلی طبعی ہے اور عارض ومعروض کے مجموعہ کا نام کلی عقلی ہے اور اسی طرح کلیات خمسہ میں منطقی

طبعی، عقلی ہیں۔

وضاحت : کلی کا بیان پورا ہوا، خاتمہ میں کلی کے متعلق چند بحثیں...!

کلی کے مختلف اعتبار سے مختلف نام ہیں۔کلی کو باعتبار مفہوم کے کلی منطقی کہتے ہیں۔اور باعتبار معروض (یعنی مصداق کے) کلی طبعی کہتے ہیں اور دونوں باتوں کے مجموعہ کے اعتبار سے کلی عقلی کہتے ہیں۔

کلی کا مفہوم وہ ہے جو گذر چکا یعنی جس کا کثیرین پر صادق آنا ممتنع نہ ہو۔اور کلی کا معروض اور مصداق وہ ہے جس پر کلی محمول ہوتی ہے۔جیسے انسان ،حیوان وغیرہ ان پر کلی محمول ہوتی ہے کہتے ہیں الانسان کلی والحیوان کلی اور دونوں کا مجموعہ یعنی الانسان الکلی کلی عقلی ہے۔

وکذاالکلیات الخمس، مصنفؒ کہتے ہیں کہ بعینہ یہی تین اعتبارات کلی کے تمام اقسام میں نکلتے ہیں یعنی جنس کا مفہوم جنس منطقی ہے اور اس کا مصداق جنس طبعی ہے اور دونوں کا مجموعہ جنس عقلی ہے اسی طرح نوع، فصل، عرض عام، خاصہ کو سمجھ لیجیے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

سوال

ثم الطبعی له اعتبارات ثلثة بشرط لاشئ ویسمی مجردة وبشرط شئ یسمی مخلوطة ولابشرط شئ ویسمی مطلققومن حیث هی لیست موجودة ولامعلومة. مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: پھر طبعی کے لئے تین اعتبارات ہیں، بشرط لاشئ اور اس کا نام مجردہ ہے۔بشرط شئ اور اس کا نام مخلوطہ ہے۔اور لابشرط شئ اور اس کا نام مطلقہ ہے اور مطلقہ من حیث ھی ھی نہ موجود ہے اور نہ معدوم ہے۔

وضاحت : کلی طبعی کے چند اعتبارات سے چند نام ہیں۔اگر کلی طبعی بشرط لاشئ کے درجہ میں ہو یعنی عوارض کے عدم اتصاف کا اعتبار کیا جائے تو اسے مجردہ کہتے ہیں اور اگر

بشرط شئ کے درجہ میں یعنی عوارض کے اتصاف کا اعتبار کیا جائے تو اسے مخلوطہ کہتے ہیں اور اگر لابشرط شئ کے درجہ میں ہو یعنی عوارض کے اتصاف وعدم اتصاف کسی کا اعتبار نہ کیا جائے تو اسے مطلقہ کہتے ہیں معلوم ہونا چاہئے کہ مطلقہ نہ موجود ہے، نہ معدوم؛ اس لئے کہ اگر موجود مانا جائے تو اس کے ساتھ وجود کا اعتبار ہوگا اور اگر معدوم مانا جائے تو عدم وجود کا اعتبار ہوگا حالانکہ مطلقہ میں وجود وعدم کسی کا اعتبار نہیں ہوتا ہے یہ نہ کہا جائے کہ مطلقہ میں ارتفاع نقیضین لازم آیا اور یہ باطل ہے اس لئے کہ ارتفاع نقیضین وہ محال ہوتا ہے جو نفس الامری میں ہو اور یہ مرتبہ اطلاق میں ہے اور مرتبہ اطلاق میں ارتفاع نقیضین جائز ہے۔

سوال

والطبعی اعم باعتبار من المطلقة فلا یلزم تقسیم الشئ الی نفسه والی غیرہ. مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: اور کلی طبعی مطلقہ سے عام ہے، لہذا تقسیم الشئ الی نفسہ والی غیرہ لازم نہیں آیا۔

وضاحت: یہ سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال کی تقریر یہ ہے کہ کلی طبعی کی تقسیم میں تقسیم الشئ الی نفسہ والی غیرہ لازم آتا ہے۔ کیسے؟ وہ اس طرح کہ کلی طبعی کی تین قسمیں ہیں مجردہ، مخلوطہ، مطلقہ اور کلی طبعی کا نام ماہیت مطلقہ ہے تو گویا ماہیت مطلقہ کی تین قسمیں ہیں اور ان میں مطلقہ بھی ہے تو ماہیت مطلقہ کی تقسیم مطلقہ کی جانب تقسیم الشئ الی نفسہ ہے اور مجردہ ومخلوطہ کی طرف الی غیرہ ہے اور یہ باطل ہے۔ جواب یہ ہے کہ تقسیم الشئ الی نفسہ والی غیرہ لازم نہیں آتا ہے اس لئے کہ یہ مقسم کلی طبعی اس سے مراد ماہیت مطلقہ ہے جو عام ہے اور قسم مطلقہ ہے جو خاص ہے؛ اس لئے کہ اس میں عدم شرط ملحوظ ہے تو مقسم عام ہے اور قسم خاص ہے تو عام کی تقسیم خاص کی طرف ہوگئی اور یہ جائز ہے۔

سوال

معرف الشئ مایحمل علیه تصویراًتحصیلاًاوتفسیراً،الثانی الفظی و الاول الحقیقی فان علم وجودهافهوبحسب الحقیقة والافبحسب الاسم

مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: شئ کا معرف وہ شئ ہے جو شئ پر اس کے تصور کا فائدہ دینے کے لئے محمول ہو خواہ یہ نئ چیز کو حاصل کرنے کے لئے ہو یا تفسیر کے لئے ،ثانی قسم لفظی ہے اور اول حقیقی ہے، تو اگر اس کا وجود معلوم ہو تو وہ بحسب الحقیقت ہے ورنہ بحسب الاسم ہے۔

وضاحت : یہ بات شروع میں معلوم ہوگئی ہے کہ علم منطق کا موضوع معرِف وحجت ہے۔ حجت کا بیان تصدیقات میں آئے گا (ان شاء اللہ) تصورات معرف کے بیان کے لئے ہے اور معرِف چونکہ کلیوں سے مرکب ہوتا ہے، اس لئے پہلے کلیوں کو بیان کیا گیا اب ان سے فارغ ہو کر معرف کا بیان شروع کرتے ہیں۔

کسی شئ کا معرف وہ ہے جو اس پر محمول ہو، تا کہ سامع کو وہ چیز معلوم ہو جائے۔ جیسے انسان کی تعریف حیوانِ ناطق ہے اس لئے کے یہ انسان پر محمول ہوتا ہے کہا جاتا ہے **الانسان حیوان ناطق**.

معرف کی دو قسمیں ہین، حقیقی، لفظی

تعریف حقیقی

تعریف حقیقی کہتے ہیں غیر حاصل شدہ صورت کو حاصل کرنا۔ جیسے انسان کی تعریف حیوان ناطق سے۔

تعریف لفظی

تعریف لفظی کہتے ہیں غیر واضح لفظ کی واضح لفظ سے تفسیر کرنا۔ جیسے غضنفر کی تعریف

اَسد سے۔

تعریف حقیقی کی دو قسمیں ہیں، بحسب الحقیقت، بحسب الاسم

تعریف بحسب الحقیقت

تعریف بحسب الحقیقت کہتے ہیں کہ غیر حاصل شدہ صورت کا وجود معلوم ہو۔

تعریف بحسب الاسم

تعریف بحسب الاسم کہتے ہیں کہ غیر حاصل شدہ صورت کا وجود معلوم نہ ہو۔جیسے عنقاء کی تعریف ھو طائر عَدِمَ وجودہ بدعاء النبی من الانبیاء.

سوال

ولابدان یکون المعرف اجلی فلایصح بالمساوی معرفتو بالاخفی وان یکون مساویاًفیجب الاطرادوالانعکاس فلایصح بالاعم والاخص. مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: اور ضروری ہے کہ معِرف معرَف کے مقابلے میں زیادہ واضح ہو،لہذا ایسے لفظ سے تعریف کرنا صحیح نہیں ہے جو معرفت کے اعتبار سے مساوی ہواور نہ ایسے لفظ سے جو معَرف کے مقابلے میں اخفی ہواور یہ بھی ضروری ہے کہ معِرف معرَف کے مساوی ہو افراد کے صادق آنے میں، پس تعریف کا مانع اور جامع ہو ضروری ہے،لہذا اعم اور اخص کے ذریعے تعریف کرنا صحیح نہیں ہے۔

وضاحت : معرف کے لئے کچھ شرائط ہیں یہاں سے ان شرائط کو بیان کررہے ہیں،پہلی شرط یہ ہے معِرف معرَف سے زیادہ واضح ہو۔اس پر تفریع کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر معِرف معرَف سے اخفی ہے یا معرفت وجہالت میں برابر ہے تو تعریف درست نہ ہوگی۔

معرف اخفی ہونے کی مثال اسد کی تعریف غضنفر سے، یہ درست نہیں ہے۔

معرفت وجہالت میں برابر ہونے کی مثال۔ حرکت کی تعریف عدم سکون سے اور عدم سکون کی حرکت سے، یہ بھی درست نہیں ہے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ معرِف معرَف کے برابر ہو افراد کے صادق آنے میں یعنی جن افراد پر معرَف صادق آتا ہو ان تمام پر معرِف بھی صادق آتا ہو، اس پر تفریع کرتے ہوئے مصنفؒ کہتے ہیں کہ جب دونوں صادق آنے میں برابر ہوں گے تو تعریف مانع وجامع ہوگی لہذا عام کے ذریعے اور خاص کے ذریعے تعریف کرنا درست نہیں ہے اس لئے کہ اگر معرِف عام ہو تو تعریف مانع نہیں رہے گی ۔ مثلاً انسان کی تعریف حیوان سے کرنا درست نہیں ہے اس لئے کہ حیوان عام ہے غنم ،فرس سب کو شامل ہے اور اسی طرح حیوان کی تعریف انسان سے درست نہیں ہے اس لئے کہ انسان خاص ہے تو اس صورت میں تعریف جامع نہیں رہے گی۔

سوال

والتعریف بالمثال تعریف بالمشابهة المختصة. مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: اور مثال کے ذریعے تعریف کرنا مشابہت مختصہ کے ذریعے تعریف کرنا ہے۔

وضاحت : یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال کی تقریر

آپ نے کہا کہ اخص کے ذریعے تعریف درست نہیں ہے حالانکہ کبھی کبھی مثال کے ذریعے تعریف ہوتی ہے اور مثال ، ممثل لہ سے خاص ہوتی ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے الاسم کزید، اسم عام ہے اور زید خاص ہے۔

جواب کی تقریر

کسی شیٔ کی تعریف مثال کے ذریعے گویا خاصہ کے ذریعے تعریف کرنا ہے اور خاصہ کے ذریعہ تعریف صحیح ہے، لہذا اشکال دور ہوگیا۔

سوال

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

وهو حد ان كان المميز ذاتياً والا فهو رسم تام ان اشتمل على الجنس القريب والا فناقص. مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: اور معرِف حد ہے اگر ممیز ذاتی ہے ورنہ وہ رسم ہے یہ دونوں تام ہوں گے اگر جنس قریب پر مشتمل ہو، ورنہ ناقص۔

وضاحت : تعریف کی چار قسمیں ہیں حد تام، حد ناقص، رسم تام، رسم ناقص

حد تام

حد تام وہ معرف ہے جو جنس قریب اور فصل قریب سے مرکب ہو۔ جیسے انسان کی تعریف حیوان ناطق سے۔

حد ناقص

حد ناقص وہ معرف ہے جو جنس بعید اور فصل قریب سے مرکب ہو یا صرف فصل قریب سے ہو۔ جیسے انسان کی تعریف جسم ناطق یا صرف ناطق سے۔

رسم تام

رسم تام وہ معرف ہے جو جنس قریب اور خاصہ سے مرکب ہو۔ جیسے انسان کی تعریف حیوان ضاحک سے۔

رسم ناقص

رسم ناقص وہ معرف ہے جو جنس بعید اور خاصہ سے مرکب ہو یا صرف خاصہ سے ہو۔ جیسے انسان کی تعریف جسم ضاحک یا صرف ضاحک سے۔

سوال

وهو لايقبل الزيادة والنقصان والبسيط لايحد وقد يحد به والمركب يحد ويحد به وقد لا يحد به.

جواب

ترجمہ: اور حد تام نہ زیادتی کو قبول کرتا ہے اور نہ نقصان کو اور بسیط کی تعریف نہیں کی جاسکتی، ہاں کبھی اس کے ذریعے تعریف کی جاتی ہے اور مرکب کی تعریف بھی ہوتی ہے اور اس کے ذریعے کی بھی جاتی ہے اور کبھی اس کے ذریعے تعریف نہیں کی جاتی ہے۔

وضاحت: مصنفؒ کہتے ہیں کہ حد تام کمی، زیادتی کو قبول نہیں کرتا ہے اس لئے کہ حد تام نام ہے تمام ذاتیات کا اب اگر اس میں زیادتی ہو تو وہ تمام ذاتی نہیں ہوا اور اگر کمی ہو تو افراد کو جامع نہیں ہوگا، اس لئے کمی زیادتی کو قبول نہیں کرے گا۔

قولہ: والبسیط، بسیط کی تعریف نہیں کی جاتی ہے اس لئے کہ حد کے لئے اجزاء ضروری ہیں اور بسیط میں اجزاء نہیں ہیں، لہذا اس کی تعریف بھی نہیں کی جاسکتی ہے؛ البتہ اس کے ذریعے کبھی تعریف کی جاتی ہے جبکہ وہ بسیط کسی کا جز ہو؛ اس لئے کہ جب دوسرے کا جز ہے تو اجزاء پائے جائیں گے لہذا اس کے ذریعے تعریف کرنا صحیح ہے۔

قولہ المرکب: مرکب کی تعریف کی جاتی ہے اس لئے کہ حد کے لئے اجزاء ضروری ہیں اور مرکب میں اجزاء ہوتے ہیں اور اس کے ذریعے تعریف بھی کی جاتی ہے اور کبھی اس کے ذریعے تعریف نہیں کی جاتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مرکب کبھی حد واقع ہوتا ہے اور کبھی واقع نہیں ہوتا ہے۔

☆☆☆

التصدیقات

سوال

الحکم منه اجمالی وهوانکشاف الاتحادبین الامرین دفعة واحدة ومنه تفصیلی وهوالمنطقی الذی یستدعی صورامتعددة مفصلةً. مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: حکم (تصدیق) ان میں سے بعض اجمالی ہیں اور وہ دو چیزوں کے درمیان اتحاد کا علم ہونا ہے دفعہ واحد اور بعض تفصیلی ہیں اور وہ منطقی ہے متعدد مفصل صورتوں کا تقاضہ کرتا ہے۔

تشریح: علم کی دو قسمیں ہیں، تصور، تصدیق

تصور کی بحث سے فارغ ہو کر تصدیق کو بیان کر رہے ہیں۔ قولہ الحکم، مصنفؒ نے تصدیق کے بعد حکم لا کر ایک اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے، امام رازیؒ کی رائے یہ ہے کہ تصدیق موضوع، محمول، نسبت حکمیہ کے مجموعہ کا نام ہے۔ اور حکماء کی رائے یہ ہے کہ تصدیق صرف حکم کا نام ہے، موضوع اور محمول اس کے لئے شرط ہیں، اس اختلاف کا ثمرہ یہ ہوگا کہ حکماء کے نزدیک تصدیق بسیط ہوگی، اور امام رازیؒ کے نزدیک تصدیق مرکب ہوگی، مصنفؒ کو چونکہ حکماء کی رائے پسند ہے اس لئے تصدیق کے بعد حکم لائے ہیں۔

قولہ: من اجمالی، یہاں سے تصدیق کی تقسیم کر رہے ہیں؛ لیکن اس پر اشکال ہوتا ہے کہ پہلے تصدیق کی تعریف کرنی چاہئے، اس کے بعد تقسیم حالانکہ مصنفؒ نے

تعریف کئے بغیر تقسیم شروع کردی۔ جواب یہ ہے کہ کتاب کے شروع میں تصدیق کی تعریف کر چکے ہیں؛ اس لئے اب تقسیم کر رہے ہیں، تصدیق کی دو قسمیں ہیں، اجمالی، تفصیلی۔ موضوع ،محمول ،نسبت حکمیہ کا ایک ساتھ اعتبار کیا جائے تو اسے اجمالی کہتے ہیں اور اگر ان تینوں کا الگ الگ اعتبار کیا جائے تو اسے تفصیلی کہتے ہیں۔ اس کو ایک مثال سے سمجھئے ،آپ نے ایک سفید کپڑا دیکھا، دیکھتے ہی کپڑا اور رنگ کا علم ہوگیا یہ اجمالی ہے پھر آپ نے کپڑے کو دیکھا اس کے بعد رنگ کو دیکھا تو یہ تفصیلی ہے۔ منطقیین صرف دوسری قسم سے بحث کرتے ہیں۔

سوال

والنسبة انماتدخل فی متعلق الحکم بالتبعیة لانھامن المعانی الحرفیة التی لاتلاحظ بالاستقلال انماھی مرأة لملاحظة حال الطرفین بل انمایتعلق الحکم حقیقة بمفاد الھیئة الترکیبیة وھو الاتحاد مثلاً۔ مذکورہ عبارت کی مکمل تفصیل لکھیں۔

جواب

ترجمہ: اور نسبت حکم کے متعلق میں بالتبع داخل ہوتا ہے اس لئے کہ نسبت ان معانی حرفیہ میں سے ہیں جن کا مستقل طور پر لحاظ نہیں کیا جاتا ہے یہ طرفین (محکوم علیہ وبہ) کے درمیان جوڑنے کے لئے آلہ ہیں، بلکہ حکم حقیقہ (بالذات) ہیئت ترکیبیہ (اجمالی کیفیت) کے خلاصہ کے متعلق ہوتا ہے اور وہ مثال کے طور پر اتحاد ہے۔

وضاحت: تصدیق کے بالذات متعلق کے بارے میں شدید اختلاف ہے۔ جمہور کہتے ہیں کہ تصدیق کا بالذات متعلق نسبت ہے، اس لئے کہ متعلق وہ ہوتا ہے، جو معلوم بالذات ہو اور نسبت معلوم بالذات ہے لہذا تصدیق کا متعلق نسبت ہے۔ مصنفؒ کی رائے یہ ہے کہ تصدیق کا متعلق امر اجمالی یعنی موضوع ومحمول ونسبت کے مجموعہ سے جو چیز مجملاً حاصل ہوتی ہے وہ ہے۔ اس عبارت سے مصنفؒ جمہور کی تردید کررہے ہیں کہ آپ کا یہ کہنا کہ

نسبت تصدیق کا متعلق ہے، یہ درست نہیں ہے، اس لئے کہ تصدیق مستقل بالذات ہے لہذا اس کا متعلق بھی مستقل بالذات ہوگا، حالانکہ نسبت غیر مستقل بالذات ہے، یہ صرف موضوع ومحمول کے جوڑنے کے لئے آلہ ہوتا ہے لہذا احق بات یہی ہے کہ تصدیق کا متعلق امر اجمالی ہے۔ مثلاً قضیہ حملیہ میں اتحاد، قضیہ شرطیہ میں اتصال وانفصال۔

سوال

ثم القضیۃ تتم بامور ثلثۃ ثالثھا نسبۃ اخباریۃ حاکیۃ ومن ھٰھنا یستبین ان الظن اذعان بسیط. مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: پھر قضیہ تین اجزاء سے پورا ہو جاتا ہے ان میں سے تیسرا نسبت تامہ ہے جو واقع کی حکایت بیان کرتا ہے۔

توضیح: قضیہ کے اجزاء کے بارے میں مناطقہ کا اختلاف ہے۔ متقدمین کی رائے یہ ہے کہ قضیہ کے لئے تین اجزاء ضروری ہیں، موضوع محمول، نسبت تامہ۔ اس کے بخلاف متاخرین کی رائے یہ ہے کہ قضیہ کے لئے چار اجزاء ضروری ہیں، موضوع، محمول، نسبت تقیید یہ، نسبت تامہ۔

دلیل یہ ہے کہ شک کی صورت میں موضوع، محمول، نسبت تقیید یہ تو ہے لیکن نسبت تامہ نہیں ہے؛ اس لئے کہ نسبت تامہ صرف تصدیق میں ہوتی ہے اور شک تصور ہے معلوم ہوا کہ قضیہ کے لئے چار اجزاء ہیں۔ مصنفؒ کو چونکہ متقدمین کی رائے پسند ہے اس لئے یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ قضیہ تین اجزاء سے تمام ہو جاتا ہے۔

قولہ: ومن ھٰھنا، مصنفؒ ماقبل کے مسئلہ پر تفریع کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اسی سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ ظن اذعان بسیط یعنی طرف راجح کا نام ہے اس لئے کہ اگر ظن طرف راجح ومرجوح دونوں کا نام ہوتا تو قضیہ کے لئے چار اجزاء ہوتے، ایک موضوع،

دوسرا المحمول، تیسرا وہ نسبت جو طرف راجح سے متعلق ہو، چوتھا وہ نسبت جو طرف مرجوح سے متعلق ہو حالانکہ قضیہ کے لئے تین ہی اجزاء ہیں لہذا ظن صرف طرف راجح کا نام ہے۔

سوال

وههناشك وهوان المعلومات الثلثةالتى هى جميع اجزاء القضيه متحققةفى صورةالشك مع انهاغيرمتحققةعلى ماهوالمشهور. شک مذکور کی وضاحت کر کے تمام جوابوں کی وضاحت کریں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب

ترجمہ: اور یہاں ایک اشکال ہے اور وہ یہ ہے کہ معلومات ثلثہ جو قضیہ کے تمام اجزاء میں شک کی صورت میں بھی پائے جاتے ہیں اس کے باوجود قضیہ متحقق نہیں ہے جیسا کہ مشہور ہے۔

وضاحت: قضیہ میں چار اجزاء کے قائلین کی جانب سے منکرین پر اعتراض ہے۔

تمہید

قاعدہ ہے کہ اجزاء کے پائے جانے کے بعد شئی کا پایا جانا ضروری ہے۔

شک کی تقریر

آپ کا یہ کہنا کہ قضیہ کے تین اجزاء ہیں، ہمیں تسلیم نہیں ہے اس لئے کہ قاعدہ ہے کہ شئی کے اجزاء کے پائے جانے کے بعد شئی کا پایا جانا ضروری ہے حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ شک کی صورت میں تینوں اجزاء پائے جارہے ہیں، لیکن قضیہ نہیں پایا جارہا ہے تو اگر تین ہی اجزاء ہوتے تو اس قاعدہ کی بناء پر شک کی صورت میں قضیہ پایا جانا چاہیئے؛ حالانکہ نہیں پایا جارہا ہے معلوم ہوا کہ تین کے علاوہ چوتھی چیز ہے۔

جواب کی تفصیل

اس اعتراض کا ایک جواب فاضل میر زاجان نے دیا ہے جس کو مصنف ؒ نے قیل سے

نقل کیا ہے۔فاضل میرزا جان کے جواب سے پہلے ایک تمہید ذہن نشین کیجیے۔

کل کی دو قسمیں ہیں: کل بالذات، کل بالعرض

اجزاء کا ثبوت ذات کے لئے بلاواسطہ ہو تو اسے کل بالذات کہتے ہیں اور اگر اجزاء کا ثبوت ذات کے لئے بالواسطہ ہو تو اسے کل بالعرض کہتے ہیں۔کل بالذات میں اجزاء کے پائے جانے کے بعد ذات کا پایا جانا ضروری ہوتا ہے اور کل بالعرض میں اجزاء کے پائے جانے کے بعد ذات کا پایا جانا ضروری نہیں ہوتا ہے۔مثلاً حیوان ناطق کا ثبوت انسان کے لئے بلاواسطہ ہے تو یہ کل بالذات ہے، لہذا حیوان ناطق کے پائے جانے کے بعد انسان کا پایا جانا ضروری ہے اور حیوان ناطق کا ثبوت کاتب کے لئے انسان کے واسطے سے ہے تو یہ کل بالعرض ہے لہذا حیوان ناطق کے پائے جانے کے بعد کاتب کا پایا جانا ضروری نہیں ہے۔یہی وجہ ہے کہ کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہے تو حیوان ناطق پایا جا رہا ہے، لیکن کاتب نہیں پایا جا رہا ہے۔

اب سنئے......! فاضل میرزا جان کہتے ہیں کہ اجزاء ثلثہ کا ثبوت قضیہ کے لئے کل بالعرض کے طریقے پر ہے اور کل بالعرض میں اجزاء کے پائے جانے کے بعد ذات کا پایا جانا ضروری نہیں ہے لہذا اجزاء ثلثہ کے پائے جانے کے بعد قضیہ کا پایا جانا ضروری نہیں ہے۔ مصنفؒ کو یہ جواب پسند نہیں ہے اس لئے والحق سے دوسرا جواب دے رہے ہیں۔جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ شک کی صورت میں بھی قضیہ ہے اس لئے کہ شک صدق وکذب کا احتمال رکھتا ہے اور جو صدق وکذب کا احتمال رکھے وہ قضیہ ہوتا ہے لہذا شک بھی قضیہ ہے اور جب شک بھی قضیہ ہے تو آپ کا یہ اعتراض کرنا کہ شک کی صورت میں قضیہ نہیں پایا جا رہا درست نہیں ہے، لیکن اس جواب پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے، وہ یہ ہے کہ صدق وکذب کے احتمال کے لئے نفس الامری کی حکایت ضروری ہے اور حکایت کے لئے نسبت تامہ ضروری ہے اور شک کی صورت میں محمول کے موضوع کے لئے ثبوت میں تردد ہوتا ہے اور جب تردد ہے تو نسبت تامہ نہیں پائی گئی اور جب نسبت تامہ نہیں پائی

گئی تو حکایت نہیں پائی گئی اور جب حکایت نہیں پائی گئی تو صدق وکذب کا احتمال بھی نہیں پایا گیا اور جب صدق و کذب کا احتمال نہیں پایا گیا تو قضیہ نہیں پایا گیا، لہذا آپ کا جواب درست نہیں ہے مصنف ؒ نے ففی الشک سے جواب دیا ہے کہ شک میں تردد نفس حکایت میں نہیں ہے، بلکہ حکایت کے واقع کے مطابق ہونے میں تردد ہے اور قضیہ کے لئے نفس حکایت کافی ہے۔

سوال

اقول،فیجب ان یعتبر امر اخر بعد الوقوع ولیس الاادراکه وذلك خارج اجماعاً واخذ الوقوع بشرط الایقاع تصحیح للمجعولیة الذاتیةوهومحال

.مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ اس صورت میں وقوع کے بعد دوسری چیز کا اعتبار کرنا واجب ہوگا اور وہ بالا جماع خارج ہوگا اور ایقاع کی شرط کے ساتھ وقوع کا اعتبار کرنا مجعولیت ذاتی کو صحیح قرار دینا ہے اور یہ محال ہے۔

مطلب: ماقبل میں میر زاجان ؒ نے شک مذکور کا جواب تسلیمی دیا تھا اس پر مصنف ؒ نے اعتراض کیا ہے۔اعتراض کے سمجھنے سے پہلے چند باتیں ذہن نشیں کیجئے۔

(۱) قضیہ کے اجزاء ثلثہ معلوم ہیں اور ادراک علم ہوتا ہے اور علم و معلوم کا اجتماع جائز نہیں ہے۔

(۲) ذاتیات کا ثبوت ذات کے لئے بلاواسطہ ہوتا ہے لہذا اگر ذاتیات کا ثبوت ذات کے لئے بالواسطہ ہو جائے تو اسے مجعولیت ذاتیہ کہتے ہیں اور یہ جائز نہیں ہے۔

(۳) اجزاء ثلثہ ذاتیات ہیں اور قضیہ ذات لہذا اجزاء ثلثہ کا ثبوت قضیہ کے لئے بلاواسطہ ہوگا۔

اب سنئے......! مصنفؒ کہتے ہیں کہ آپ کے بقول اجزاء ثلثہ کے پائے جانے کے بعد قضیہ کا پایا جانا ضروری نہیں ہے تو قضیہ کے وجود میں لانے کے لئے ایک چوتھی چیز کی ضرورت پڑے گی وہ ادراک ہے تو ادراک دو حال سے خالی نہیں، جز ہوگا یا شرط، شق اول باطل ہے اس لئے کہ قضیہ کی حقیقت اجزاء ثلثہ ہیں اور اجزاء ثلثہ معلوم ہیں اور ادراک علم ہے تو اگر ادراک بھی داخل ہو تو ایک شئ کا علم اور معلوم سے مرکب ہونا لازم آئے گا اور یہ باطل ہے تو لامحالہ شرط ہوگا تو اس صورت میں مجعولیت ذاتی لازم آئے گا اس لئے کہ گویا اجزاء ثلثہ کا ثبوت قضیہ کے لئے ادراک کی شرط کے ساتھ ہوگا حالانکہ اجزاء ثلثہ کا ثبوت بلاواسطہ ہوتا ہے اور یہی مجعولیت ذاتی ہے، لہذا آپ (مرزاجان) کا جواب پسندیدہ نہیں ہے۔

سوال

الافادة مقدم على الايقاع. مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: اور افادہ ایقاع پر مقدم ہے۔

وضاحت: یہ سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال کی تقریر

ہم شق ثانی کو اختیار کرتے ہیں یعنی ادراک شرط ہے رہا آپ کا یہ کہنا کہ مجعولیت ذاتیہ لازم آئے گا، ہمیں تسلیم نہیں ہے اس لئے کہ ادراک اجزاء ثلثہ کے قضیہ کے ثبوت کے لئے شرط نہیں ہے، بلکہ اجزاء ثلثہ کے اجزاء بننے کے لئے شرط ہے لہذا جب ادراک ہوگا تو اجزاء ثلثہ پائے جائیں گے اور اجزائے ثلثہ پائے جائیں گے تو قضیہ پائے جائیں گے تو قضیہ کے لئے بلاواسطہ ثابت ہوں گے۔ مصنفؒ نے جواب دیا کہ قضیہ کا مقصد افادہ ہے اور افادہ موضوع، محمول، نسبت تامہ کے پائے جانے کے بعد حاصل ہو جاتا ہے لہذا

ادراک کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

سوال

اعلم ان مذهب المنطقيين ان الحكم فى الشرطية بين المقدم والتالى ومذهب اهل العربية انه فى الجزاء والشرط قيدللمسندبمنزلةالحال اوالظرف قال السيد: الاول هوالحق،قال العلامة الدوانى كذب التالى فى جميع الاوقات الواقعيةلايلزم منه كذبه فى الاوقات التقديرة. مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: اورخوب جان لوکہ منطقیین کا مذہب یہ ہے کہ حکم شرطیہ میں مقدم وتالی کے درمیان ہوتا ہے اوراہل عربیہ (نحویین) کا مذہب یہ ہے کہ حکم جزاء میں ہوتا ہے اورشرط مسند کے لئے قید ہوتا ہے حال یاظرف کے درجہ میں اسی طرح مفتاح میں مذکور ہے اورسید شریف نے کہا کہ اول مذہب ہی حق ہے اورعلامہ دوانیؒ نے کہا کہ تالی کااوقات واقعیہ کے تمام اوقات میں کاذب ہونے سے اس کااوقات فرضیہ میں بھی کاذب ہونالازم نہیں آتا ہے۔

وضاحت: قضیہ شرطیہ کے حکم کے بارے میں مناطقہ اورنحویین کااختلاف ہے۔مناطقہ کاکہنا ہے کہ قضیہ شرطیہ میں حکم،مقدم وتالی کے درمیان ہوتا ہے۔مثلاًان كانت الشمس طالعة فالنهار موجودمیں حکم الشمس طالعة اور النهار موجود کے درمیان ہے۔ اورنحویین کاکہنا ہے کہ قضیہ شرطیہ میں حکم ،تالی (جزاء) میں ہوتا ہے اورمقدم (شرط) اس کے لئے قید ہوتا ہے۔جیسے حال اورظرف۔

مثلاً: ان كانت الشمس طالعة فالنهار موجودمیں حکم، النهار موجود میں ہے اوراصل عبارت یوں ہوگی۔النهار موجودحال کون الشمس طالعة یاالنهار موجودوقت طلوع الشمس،سید شریفؒ مناطقہ کی تائید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حق بات مناطقہ کا ہے،

اس لئے کہ اس بات میں تمام کا اتفاق ہے کہ تالی کے کاذب ہونے کے باوجود قضیہ صادق ہوتا ہے اور یہ قاعدہ مناطقہ کے مذہب کے مطابق باقی رہتا ہے اور اہل عربیت کے مذہب کے مطابق قاعدہ ٹوٹ جاتا ہے۔ مثلاًان کان زید حمارا کان ناھقاً. تالی کاذب ہے اس لئے کہ زید ناطق ہے نہ کہ ناہق، لیکن اس کے باوجود یہ قضیہ صادق ہے، لیکن اس کا صادق ہونا مناطقہ کے مذہب کے مطابق ہے اس لئے کہ عبارت وہی رہے گی، جو پہلی تھی بخلاف اہل عربیت کے عبارت یہ ہوگی زیدلناهق وقت کونه حمارا زید ناہق ہے حمار ہونے کے وقت اور قاعدہ ہے کہ مطلق کے منتفی ہونے سے مقید بھی منتفی ہوجاتا ہے اور زید ناہق مطلق ہے اور یہ منتفی ہے لہذ لوقت کونه حمار جو کہ مقید ہے یہ بھی منتفی ہوگا تو سمجھئے یہ قضیہ متفقہ طور پر صادق تھا، لیکن اہل عربیت کے مذہب کے مطابق کاذب ہوگیا معلوم ہوا کہ مناطقہ کا مذہب درست ہے۔ علامہ دوانیؒ نے اہل عربیت کی تائید کرتے ہوئے سید شریف کا جواب دیا ہے کہ، ہمیں تسلیم ہے کہ مطلق کا منتفی ہونا مقید کے منتفی ہونے کو مستلزم ہے لیکن اس قضیہ میں مطلق ہی منتفی نہیں ہے اور جب مطلق منتفی نہیں ہے تو مقید بھی منتفی نہیں ہوگا لہذا اہل عربیت کے مذہب کے مطابق بھی یہ قضیہ صادق رہے گا، اس لئے کہ زید ناہق کے دو فرد ہیں، نفس الامری، فرضی تو نفس الامری اعتبار سے منتفی ہے نہ کہ فرضی اعتبار سے اور مطلق کے ایک فرد کے منتفی ہونے سے مطلق منتفی نہیں ہوجاتا ہے لہذا زید ناہق کے نفس الامری اعتباری سے منتفی ہونے سے بالکلیہ منتفی نہیں ہوجائے گا۔ محقق دوانی اپنی بات کو ایک مثال سے سمجھارہے ہیں مثلاً زید بیٹھا ہے اور کوئی کہتا ہے زیدلقائم فی ظنی یہ قضیہ صادق ہے اس لئے کہ اس کے دو فرد ہیں نفس الامری، فرضی اور نفس الامری اعتبار سے اگرچہ منتفی ہے لیکن فرضی اعتبار سے صادق ہے، لہذا ایک فرد کے منتفی ہونے سے مطلق منتفی نہیں ہوجائے گا، لہذا اہل عربیت کا مذہب صحیح ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

سوال

الموضوع ان کان جزئیاً فالقضیۃ شخصیۃ و مخصوصۃ وان کان

كلياًفان حكم عليه بلازيادة شرط فمهملة عندالقدماء وان حكم عليه بشرط الوحد ة الذهنية فطبعيةوان حكم فيهاعلى افراده فان بين فيهاكمية الافرادفمحصورة وان لم تبين فمهملةعندالمتاخرين ومن ثم قالوا انهاتلازم الجزئية. مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: موضوع اگر جزئی ہے تو وہ قضیہ شخصیہ مخصوصہ ہے اور اگر وہ کلی ہے تو اگر اس پر حکم لگایا گیا ہے کسی شرط کی زیادتی کے بغیر وہ متقدمین کے نزدیک محصلہ ہے اور اگر اس پر حکم لگایا گیا ہے وحدت ذہنیہ کی شرط کے ساتھ تو وہ قضیہ طبعیہ ہے اور اگر اس میں حکم افراد پر ہے تو اگر اس میں افراد کی مقدار کو بیان کیا گیا ہے تو وہ محصورہ ہے اور اگر افراد کی مقدار بیان نہیں کیا گیا ہے تو وہ متاخرین کے نزدیک مہملہ ہے، اسی وجہ سے مناطقہ نے کہا کہ محصلہ جزئیت کے لئے لازم ہے۔

وضاحت: یہاں سے مصنفؒ ذات موضوع کے اعتبار سے قضیہ حملیہ کی تقسیم کر رہے ہیں، ذات موضوع کے اعتبار سے قضیہ حملیہ کی پانچ قسمیں ہیں۔

دلیل حصر

موضوع دو حال سے خالی نہیں جزئی ہوگا یا کلی، اگر جزئی ہے تو اسے قضیہ شخصیہ مخصوصہ کہتے ہیں جیسے زید قائم اور اگر کلی ہے تو دو حال سے خالی نہیں، حکم حقیقت پر ہے یا افراد پر اگر حکم حقیقت پر ہے تو دو حال سے خالی نہیں، عموم وخصوص کے زیادتی کی شرط ہے یا نہیں، اگر شرط نہیں ہے اسے مہملہ قدمائیہ کہتے ہیں اور اگر عموم وخصوص کی زیادتی کی شرط ہے تو اسے قضیہ طبعیہ کہتے ہیں اور اگر حکم پر افراد ہے تو دو حال سے خالی نہیں، افراد کی مقدار بیان کی گئی ہے یا نہیں، اگر مقدار بیان کی گئی ہے تو اسے محصورہ کہتے ہیں اور اگر مقدار بیان نہیں کی گئی ہے تو اسے مہملہ متاخرین کہتے ہیں۔

قوله : ومن ثم قالوا انهاتلازم الجزئية :

مصنفؒ کہتے ہیں کہ مہملہ متاخرین اور جزئی دونوں لازم ملزوم ہیں، لہذا جب مہملہ صادق آئے گا تو جزئی بھی صادق آئے گی اور جب جزئی صادق آئے گی وہاں مہملہ بھی صادق آئے گا، پہلے جز کی دلیل یہ ہے کہ مہملہ میں حکم موضوع کے افراد پر ہوتا ہے وہ یا تو کل افراد پر ہوگا یا بعض افراد پر، دونوں صورتوں میں حکم بعض افراد پر ہوگا اور بعض افراد پر حکم جزئی ہوتا ہے، لہذا جہاں مہملہ ہوگا وہاں جزئی ہوگی اور دوسرے جز کی دلیل یہ ہے کہ جب بعض افراد پر حکم ہوگا تو لامحالہ مطلق افراد پر حکم ہوگا اور مطلق افراد پر حکم مہملہ ہوتا ہے، لہذا جہاں جزئی پائی جائے گی وہاں مہملہ پایا جائے گا۔

سوال

اعلم ان مذهب اهل التحقيق ان الحكم فى المحصورة على نفس الحقيقة وربمايتراء ى انه لوكان كذلك لاقتضى الايجاب وجودالحقيقةحقيقةًفان المثبت له هوالمحكوم عليه حقيقة مع انهاقدتكون عدمة بل سلبية،والحق ان الافراد وان كانت معلومةبالوجه لكنهامحكوم عليهاحقيقةفالجواب ان مفاد الايجاب مطلقاًهو الثبوت مطلقاً. مذکورہ عبارت کی مکمل وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: جان لو کہ محققین کا مذہب یہ ہے کہ قضیہ محصورہ میں حکم نفس حقیقت پر ہوتا ہے اور بسا اوقات اشکال کیا جاتا ہے کہ اگر ایسا ہو تو موجبہ حقیقۃ حقیقت کے وجود کا تقاضہ کرے گا، اس لئے کہ مثبت لہ ہی حقیقۃً محکوم علیہ ہے حالانکہ کبھی وہ عدمی ہوتا ہے بلکہ سلبی بھی ہوتا ہے تو حق یہ ہے کہ افراد اگرچہ بالعرض معلوم ہوتے ہیں لیکن حقیقۃً محکوم علیہ ہی ہیں تو جواب یہ ہے کہ مطلقاً موجبہ کا حاصل مطلق ثبوت ہے۔

وضاحت: اختلاف اس بات میں ہے کہ قضیہ محصورہ میں حکم حقیقت پر ہے یا افراد پر، بعض لوگوں کی رائے ہے کہ حکم افراد پر ہے اور اہل تحقیق کی رائے یہ ہے کہ حکم

حقیقت پر ہے، جن لوگوں کی رائے یہ ہے کہ حکم حقیقت پر ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ محکوم علیہ وہ ہوتا ہے، جو معلوم بالذات ہو اور معلوم بالذات حقیقت ہے نہ کہ افراد۔

قوله: ربما یتراء ی: اس عبارت سے اہل تحقیق کے مذہب پر اعتراض کا ذکر ہے جس کا جواب مصنفؒ نے فالجواب سے دیا ہے۔

اعتراض کی تقریر سے پہلے تمہید

ثبوت شئ للشئ فرع ہے مثبت لہ کا یعنی جب ایک چیز کو دوسری چیز کے لئے ثابت کریں تو جس کے لئے ثابت کریں گے اس کا موجود ہونا ضروری ہے۔

(۲) مثبت لہ اور محکوم علیہ مترادف ہیں۔

اب سنئے......! معترض کہتا ہے کہ قضیہ موجبہ میں ثبوت شئ للشئ ہوتا ہے اور ثبوت شئ للشئ کے لئے مثبت لہ کا موجود ہونا ضروری ہے، لہذا قضیہ موجبہ کے لئے مثبت لہ کا موجود ہونا ضروری ہے اور مثبت لہ اور محکوم علیہ ایک ہی ہیں لہذا قضیہ موجبہ کے لئے محکوم علیہ کا موجود ہونا ضروری ہے اور محکوم علیہ آپ کے بقول حقیقت ہے لہذا قضیہ موجبہ کے صادق آنے کے لئے حقیقت کا موجود ہونا بہت ضروری ہے حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض موجبہ ایسے میں جس میں حقیقت معدوم ہے، بلکہ اس میں حقیقت کا سلب کیا گیا ہے۔ جیسے موجبہ معدولۃ الموضوع میں عدمی ہوتا ہے۔ جیسے اللاحی جماد اور قضیہ سالبۃ المحمول میں سلبی ہوتا ہے۔ جیسے کل مالیس بجماد فھو حی تو اگر محکوم علیہ حقیقت ہو تو قضیہ موجبہ کا بغیر محکوم علیہ کے ہونا لازم آئے گا اور یہ باطل ہے اور یہ بطلان لازم آیا ہے حقیقت کو محکوم علیہ ماننے سے، لہذا حقیقت کا محکوم علیہ ہونا باطل ہے۔ لہذا حق بات یہ ہے کہ افراد اگرچہ معلوم بالعرض ہیں، لیکن محکوم علیہ بالذات ہیں اس لئے کہ محکوم علیہ بالذات کے لئے معلوم بالذات ہونا ضروری نہیں ہے۔ جیسے وضع عام اور موضوع خاص کی صورت میں محکوم علیہ افراد ہوتے ہیں، حالانکہ معلوم بالعرض ہیں۔ مصنفؒ کو چونکہ اہل تحقیق کا مذہب پسند ہے اس لئے اس اعتراض کا جواب دے رہے ہیں۔

جواب کا خلاصہ

جواب کا حاصل یہ ہے کہ اس اعتراض کا مدار اس بات پر ہے کہ محکوم علیہ اور مثبت لہ متحد ہیں لہذا جو محکوم علیہ بالذات ہوگا وہ مثبت لہ بالذات ہوگا، حالانکہ دونوں میں اتحاد نہیں ہے ایسا ہوسکتا ہے کہ ایک شیٔ محکوم علیہ بالذات ہو اور مثبت لہ بالذات نہ ہو۔ جیسے جالس السفینہ متحرک میں محکوم علیہ بالذات جالس ہے، لیکن مثبت لہ بالذات نہیں ہے، اس لئے کہ حرکت کا ثبوت بالذات سفینہ کے لئے ہے جالس پر اس کے واسطہ سے ہے اسی طرح قضیہ موجبہ معدولۃ الموضوع وسالبہ الموضوع میں محکوم علیہ بالذات حقیقت ہے، لیکن مثبت لہ بالذات نہیں ہے اور موجبہ کے لئے صرف مثبت لہ کا وجود ضروری ہے چاہے بالذات ہو یا بالعرض اور یہاں پایا جا رہا ہے، لہذا حقیقت کے محکوم علیہ ہونے پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوگا۔

سوال

الاول ان الكل بمعنى الكلى مثل كل انسان نوع وبمعنى الكل المجموعى نحو كل الانسان لايسعه هذه الدار وبمعنى الكل الافرادى و الفرق بين المفهومات الثلثة ظاهر. مذکورہ عبارت کی مکمل وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: پہلی بحث یہ ہے کہ کلی کبھی کلی کے معنی میں ہوتا ہے جیسے کل انسان نوع اور کبھی کلی مجموعی کے معنی میں ہوتا ہے۔ جیسے کل الانسان لایسعہ ھذہ الدار اور کبھی کل افرادی کے معنی میں ہوتا ہے اور تینوں مفہوموں کے درمیان ظاہر ہے۔

قضیہ محصورہ میں چار بحثیں ہیں یہ پہلی بحث ہے کل کے بارے میں، جاننا چاہئے کہ کل تین معنوں میں استعمال ہوتا ہے (۱) کل کلی (۲) کل مجموعی (۳) کل افرادی، اول کی مثال: کل انسان نوع یہاں انسانِ کلی پر نوع کا اطلاق کیا گیا ہے اس لئے کہ افرادِ

انسان نوع نہیں ہیں، دوسرے کی مثال : کل انسا ن لایسعه هذه الدار یعنی مجموعہ انسان کے لئے اس گھر میں گنجائش نہیں ہے، تیسرے کی مثال: کل انسان حیوان یہاں انسان کے ہر ہر فرد پر حیوان کا حکم لگایا گیا ہے۔ مصنفؒ کہتے ہیں کہ ان تینوں میں فرق واضح ہے اور وہ یہ ہے کہ کل کلی میں انقسام جزئیات کی طرف ہوتا ہے اور کل مجموعی میں اجزاء کی طرف ہوتا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ جزئی اور جز میں بہت فرق ہے وہ یہ ہے کہ جزئی پر کلی کا حمل درست ہے، بخلاف جز کے اس پر کل کا حمل درست نہیں ہے اس کو ایک مثال سے سمجھئے، زید انسان کے لئے جزئی ہے لہذا زید انسان کہہ سکتے ہیں اور دیوار (جدار) بیت کے لئے جز ہے لہذا جدارٌ بیتٌ نہیں کہہ سکتے ہیں اسی طرح کلی افرادی میں حکم ہر ہر فرد پر ہوتا ہے بخلاف کلی اور مجموعی کے، اس لئے کہ کلی میں حکم ماہیت پر ہوتا ہے اور مجموعی میں مجموعہ افراد پر ہوتا ہے۔ اس تقریر سے تینوں میں فرق واضح ہو گیا۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

سوال

الثانی ان ج لانعنی به ماحقیقة ج ولاماهوموصوف به بل اعم منهما و هو ما یصدق علیه ج من الافرادوتلك الافرادقدتكون حقیقة كالافرادالشخصیة والنوعیةوقدتكون اعتباریة كالحیوان الجنس. مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: دوسری بحث یہ ہے کہ بے شک ج ہم اس کے ذریعے مراد اس چیز کو نہیں لیتے ہیں جو ج کی حقیقت ہو اور نہ وہ چیز جس کے ساتھ وہ متصف ہے بلکہ ان دونوں سے اعم مراد لیتے ہیں اور وہ وہ ہے جن افراد پر ج صادق آتا ہے، اور وہ افراد کبھی حقیقۃً ہوتے ہیں جیسے افراد شخصیہ اور نوعیہ اور کبھی اعتباراً ہوتے ہیں جیسے الحیوان الجنس.

وضاحت: قضیہ محصورہ میں یہ دوسری بحث ہے جاننا چاہئے کہ موضوع تین قسم کا ہوتا ہے۔

(۱) وصف موضوع

وصف موضوع جو اپنے افراد کی پوری حقیقت ہو۔جیسے کل انسان حیوان اس میں انسان اپنے افراد (زید، عمر، بکر) کے لئے عین حقیقت ہے۔

(۲) وصف موضوع

وصف موضوع جو اپنے افراد کی حقیقت کا جز ہو۔جیسے کل ناطق انسان اس میں ناطق اپنے افراد زید، خالد وغیرہ کی حقیقت کا جز ہے، اس لئے کہ ان کی حقیقت حیوان ناطق ہے، نہ کہ صرف ناطق۔

(۳) وصف موضوع

وصف موضوع جو اپنے افراد کے لئے لازم ہو اور اس سے خارج ہو۔جیسے کل ضاحك انسان اس میں ضاحک اپنے افراد زید، عمر، بکر وغیرہ کی حقیقت سے خارج ہے، لیکن ان کے لئے لازم ہے۔

اب سنئے.....! مصنفؒ کہتے ہیں کہ ج یعنی موضوع کی تعبیر ایسے الفاظ سے ہونی چاہئے، جو ان تمام قسموں کو شامل ہے اور وہ مایصدق علیہ الموضوع ہے۔

قوله: وتلك الافراد حقيقة، اس عبارت سے جن افراد پر موضوع صادق آتا ہے ان کو بیان کر رہے ہیں، تو جاننا چاہئے کہ افراد کی اولا دو قسمیں ہیں حقیقیہ، اعتباریہ پھر حقیقیہ کی دو قسمیں ہیں شخصیہ، نوعیہ، اگر موضوع نوع یا فصل قریب یا خاصہ ہو تو اسے حقیقہ شخصیہ کہتے ہیں جیسے کل انسان حیوان، کل ناطق حیوان ،کل کاتب حیوان اور اگر موضوع جنس یا عرض عام ہو، تو اسے حقیقت نوعیہ کہتے ہیں جیسے کل حیوان جسم ، کل ماشٍ حیوان.

حقیقت اعتباریہ کی مثال

الحیوان الجنس حیوان، اس میں الحیوان الجنس کا مطلق حیوان کے لئے

فرد ہونا حقیقت کے اعتبار سے نہیں ہے، بلکہ عقل نے فرد مان لینے کے اعتبار سے ہے۔

سوال

ثم الفارابی اعتبر صدق عنوان الموضوع علی ذاته بالامکان حتی یدخل فی کل اسود الروسیُّ والشیخ اعتبر صدقهٗ علیها بالفعل قل وجود الخارجیة او الفرض الذهنی بمعنی ان العقل یعتبر اتصافها بان وجودها بالفعل فی نفس الامریکون سواء وجد اولم یوجد. مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔ شیخ اور فارابی کے مذہب میں مثالوں سے فرق واضح کرتے ہوئے بتائیں کے اس مسئلہ میں شیخ نے فارابی سے اختلاف کیوں کیا ہے؟

جواب

ترجمہ: پھر فارابی نے عنوانِ موضوع کا اپنی ذات پر بالامکان صدق کا اعتبار کیا ہے حتی کہ کل اسود میں رومی داخل ہو جائے گا۔ اور شیخ نے بالفعل صادق آنے کا اعتبار کیا ہے وجود خارجی میں ہو یا وجود ذہنی میں اس معنی کے اعتبار سے کہ عقل اس کے اتصاف کا اعتبار کرتی ہے بایں طور کہ اس کا بالفعل وجود نفس الامر میں ہے چاہے افراد پائے جاتے ہوں یا نہ پائے جاتے ہوں۔

وضاحت: موضوع کو جس وصف (لفظ) سے تعبیر کیا جاتا ہے اسے وصف موضوع اور عنوان موضوع کہتے ہیں اور موضوع کے افراد کو ذات موضوع کہتے ہیں۔ اس میں فارابی اور بوعلی سینا کا اختلاف ہے کہ وصف موضوع کا افرادِ موضوع پر صادق آنا بالامکان کافی ہے یا بالفعل ضروری ہے۔ فارابی کہتے ہیں کہ بالامکان کافی ہے۔ لہذا اگر کوئی فرد ایسا ہے جس کا وصف موضوع کا فرد بننا ممکن ہے تو وہ موضوع کا فرد بن سکتا ہے۔ اور شیخ کہتے ہیں کہ وصف موضوع کا افراد موضوع بر صادق آنے کے لئے بالفعل ہونا ضروری ہے یعنی جس فرد پر موضوع کا وصف تینوں زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ پر بھی صادق آجائے وہ

موضوع کا فرد بن سکتا ہے، ورنہ نہیں اس کو ایک مثال سے سمجھئے۔ کل اسود کے تحت انگریز داخل ہو سکتے ہیں یا نہیں، فارابی کہتے ہیں کہ داخل ہو سکتا ہے، اس لئے کہ اس کا کالا ہونا ممکن ہے محال نہیں ہے۔ اور شیخ کہتے ہیں کہ انگریز داخل نہیں ہوگا، اس لئے کہ انگریز کسی زمانے میں کالا نہیں ہے، البتہ شیخ کے نزدیک اتنی گنجائش ہے کہ جس فرد پر موضوع کا صدق ہے اس کا خارج میں موجود ہونا ضروری نہیں ہے، بلکہ وجود ذہنی کافی ہے۔ مثلاً کل انسان حیوان اس میں وہ انسان بھی داخل ہیں جو موجود ہیں اور وہ بھی داخل ہیں جو اس وقت موجود نہیں ہیں، بلکہ آئندہ زمانہ میں موجود ہونگے۔ شیخ نے اس مسئلہ میں فارابی کی مخالفت کی، اس لئے کہ یہ اہل عرب اور لغت کے مخالف تھا۔ اسود کے تحت انگریز کو کوئی داخل نہیں مانتا ہے۔

سوال

الحمل اتحاد المتغايرين فی نحو من العقل بحسب نحو آخر من الوجود اتحاداً بالذات او بالعرض. مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں اور حمل کی تمام قسموں کو مع مثال لکھیں۔

جواب

ترجمہ: حمل اس کا نام ہے کہ دو چیزیں جو تعقل کے کسی قسم کے اعتبار سے متغائر ہوں ان کو وجود کی کسی قسم کے اعتبار سے متحد ہونا چاہئے بالذات متحد ہو یا بالعرض متحد ہو۔

وضاحت: مصنفؒ نے حمل کی مشہور تعریف سے عدول کیا ہے، اس لئے کہ مشہور تعریف حمل کی تمام قسموں کو جامع نہیں تھی، حمل کی مشہور تعریف یہ ہے: اتحاد المتغايرين ذهنا في الخارج یعنی ذہن کے اعتبار سے دو متغائر چیزوں کا خارج میں متحد ہونا، اس تعریف میں دو جزء ہیں۔

(۱) ذہن کے اعتبار سے متغائر ہونا۔ (۲) خارج میں اتحاد۔

پہلی قید سے حمل اولی نکل گیا اس لئے کہ اس میں ذہن کے اعتبار سے تغائر نہیں ہے مثلاً الانسانُ انسانٌ اوردوسری قید سے قضایاذہنیہ نکل گئے ،اس لئے کہ ان کے افرادخارج میں موجودنہیں ہیں چہ جائیکہ خارج میں اتحادہو،تو یہ تعریف تمام اقسام کو جامع نہیں ہے،اس لئے مصنفؒ نے دوسری تعریف کی ہے۔تعقل کے کسی بھی اعتبار سے چاہے مفہوم کے اعتبار سے یا التفات کے اعتبار سے دومتغائر چیزوں کا وجود کے کسی بھی قسم کے اعتبار سے متحد ہونا،چاہے خارج کے اعتبار سے ہو یاذہن کے اعتبار سے اس میں تمام اعتبار سے عموم ہے لہذا اس میں تمام قسمیں داخل ہوگئیں۔

قوله : اتحادابالذات اوبالعرض، اس کا مطلب یہ ہے کہ چاہے ذات کا حمل ذات پر ہورہا ہوجیسے **الانسان حیوان ناطق** یاعرض کا حمل ہورہا ہوتمام کوحمل کہا جائے گا۔جیسے **الانسان کاتب**.

حمل کی اولا دوقسمیں ہیں حمل اولی،حمل شائع متعارف

اگرموضوع اورمحمول میں عینیت ہوتو اسے حمل اولی کہتے ہیں۔جیسے **الانسان انسان** اور اگرموضوع اورمحمول صرف وجودمیں متحدہوں تو اسے حمل شائع متعارف کہتے ہیں جیسے **کل انسان حیوان** پھرحمل کی دوقسمیں ہیں(۱)حمل بالاشتقاق (۲) حمل بالمواطاۃ

اگرحمل ذویافی کے واسطہ سے ہورہا ہوتو اسے حمل بالاشتقاق کہتے ہیں جیسے **خالدذو لم، القلم فی الجیب** اوراگربغیرواسطہ کے حمل ہورہا ہوتو اسے حمل بالمواطاۃ کہتے ہیں۔جیسے **الانسان حیوان** اس کومقول بعلی بھی کہتے ہیں،اس لئے کہ یہ علی پر بولا جاتا ہے **الانسان حیوان** کا مطلب **الانسان محمول علی الحیوان** ہے۔

سوال

ھھناشك مشھوروھوان الحمل محال لان مفھوم ج عین مفھوم ب اوغیره والعینیة تنافی المغایرة والمغایرة تنافی الاتحاد. شک مشہورکی وضاحت کرکے مصنفؒ نے حل سے جواب دیا ہے اس کوتحریر کریں۔

جواب

ترجمہ: اور یہاں ایک مشہور اشکال ہے اور وہ یہ ہے کہ حمل محال ہے اس لئے کہ ج کا مفہوم بعینہ ب کا مفہوم ہوگا یا اس کا غیر ہوگا اور عینیت مغائرت کے منافی ہے اور مغائرت اتحاد کے منافی ہے۔

شک کی تقریر

حمل کی تعریف میں اجتماع ضدین لازم آتا ہے اور اجتماع ضدین باطل ہے اور جو کسی باطل کو مستلزم ہو وہ خود باطل ہوتا ہے لہذا حمل کی تعریف باطل ہے، کیسے لازم آتا ہے؟ وہ اس طرح کہ موضوع اور محمول دونوں کا مفہوم ایک ہوگا یا دونوں کا مفہوم الگ الگ ہوگا، اگر دونوں کا مفہوم ایک ہے تو صرف اتحاد ہے مغائرت نہیں ہے اور اگر دونوں کا مفہوم الگ الگ ہے تو صرف مغائرت ہے اتحاد نہیں، معلوم ہوا کہ اتحاد اور مغائرت میں منافات ہے حالانکہ آپ نے حمل کی تعریف میں دونوں کا اعتبار کیا ہے تو حمل کی تعریف اجتماع ضدین کو مستلزم ہوئی اور اجتماع ضدین باطل ہے اور جو باطل کو مستلزم ہو وہ خود باطل ہے، لہذا حمل کی تعریف باطل ہے۔ مصنفؒ نے جواب دیا کہ حمل کی تعریف میں اتحاد و مغائرت کے اعتبار کرنے سے اجتماع متنافیین لازم نہیں آتا ہے اس لئے کہ منافات اتحاد من کل الوجوہ اور تغائر من کل الوجوہ میں ہے اور حمل میں مراد من وجہٍ اتحاد اور من وجہٍ تغائر ہے لہذا جس میں منافات ہے وہ مراد نہیں ہے اور جو مراد ہے اس میں منافات نہیں ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

سوال

والمعتبر فی الحمل المتعارف صدق مفهوم المحمول علی الموضوع بان ذاتیاً او وصفا قائماً به او منتزعاً بلا اضافة او اضافة فثبوت زوجية الخمسة لا یستلزم قولنا الخمسة زوج. مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: اور حمل متعارف میں معتبر محمول کے مفہوم کا موضوع پر صادق آنا ہے بایں طور کہ ذاتی ہو یا ایسا وصف ہو جو اس کے ساتھ قائم ہو یا وہ اس سے منتزع ہو بلانسبت یا بالنسبت، لہذا خمسہ کے زوج کا ثبوت ہمارے قول الخمسة زوج کو مستلزم نہیں ہوگا۔

وضاحت: یہ سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال مقدر کی تقریر

مناطقہ کا قاعدہ ہے کہ ہر مفہوم متصور ہوتا ہے اور ہر متصور موجود ہوتا ہے اور قضایا کاذبہ مثلاً زوجیۃ الخمسۃ بھی مفہوم ہے اور مفہوم متصور ہوتا ہے لہذا اس قاعدے کی بنا پر الخمسۃ زوج بھی موجود ہوگا حالانکہ موجود نہیں ہے معلوم ہوا کہ یہ قاعدہ درست نہیں ہے۔

مصنفؒ نے جواب دیا کہ یہ قاعدہ درست ہے رہا آپ کا یہ کہنا کہ اس صورت میں قضایا کاذبہ کا صادق ہونا لازم آتا ہے۔ ہمیں تسلیم نہیں ہے، اس لئے کہ قضایا کے صادق ہونے کے لئے ضروری ہے کہ محمول کا موضوع پر حمل صحیح ہو اور حمل کے صحیح ہونے کے لئے چند شرطیں ہیں۔

محمول موضوع کے لئے ذاتی ہو جیسے کل انسان حیوان یا محمول کا وصف موضوع کے ساتھ قائم ہو۔ جیسے القلم ابیض میں بیاض قلم کے ساتھ قائم ہے یا محمول ایسا وصف ہو جو موضوع سے منتزع ہوتا ہے خواہ اضافت کے ساتھ یا بلا اضافت کے، اضافت کا مطلب یہ ہے کہ موضوع سے محمول کے انتزاع میں کسی دوسرے امر کا لحاظ کیا گیا ہو جیسے السماء فوقنا میں آسمان کی مخصوص وضع کا لحاظ کیا گیا ہے اور بلا اضافت کا مطلب یہ ہے کہ کسی اور چیز کا لحاظ نہیں کیا گیا ہے جیسے السادسة زوج میں زوجیت کا انتزاع سادسہ سے کسی چیز کا لحاظ کئے بغیر ہے اور الخمسة زوج میں ان شرطوں میں سے کوئی بھی نہیں پایا جارہا ہے لہذا قاعدہ درست ہے۔

سوال

ثبوت شئ لشئ فی ظرف فرع فعلية ماثبت له ومسلتزم لثبوته فی ذالك الظرف فمنه ماثبت لامرذهنی محقق،نعم تحقق مفهوم السالبة فی الذهن لايكون الالوجوده فيه حال الحكم فقط. مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ:ایک شئ کادوسری شئ کے لئے خواہ خارج میں ہویاذہن میں اس بات کا تقاضہ کرتاہے کہ مثبت لہ اس ظرف میں پہلے متقرر ہوتوان میں بعض وہ ہیں جوامرذہنی محقق کے لئے ثابت ہیں،ہاں سالبہ کے مفہوم کاتحقق ذہن میں نہیں ہوگامگراس کے حکم لگاتے وقت موجودہونے کی وجہ سے۔

وضاحت : مقام حمل میں چند بحثیں تھیں یہ چوتھی بحث ہے جس میں کچھ نکات بیان کریں گے، قضیہ موجبہ میں ایک چیزکودوسری کے لئے ثابت کیاجاتاہے اورایک چیزکادوسری چیز کے لئے ثبوت خواہ خارج میں ہویاذہن میں،اس بات کاتقاضہ کرتاہے کہ مثبت لہ پہلے موجودہولہذا قضیہ موجبہ میں مثبت لہ کاموجودہوناضروری ہے،رہاسالبہ تواس میں وجودمثبت لہ ضروری نہیں ہے۔

قولہ: فمنه ، معلوم ہوناچاہئے کہ محمول کاموضوع کے لئے ثبوت ہوتاہے اس کی چارقسمیں ہیں۔قضیہ ذہنیہ،قضیہ حقیقہ ذہنیہ،قضیہ خارجہ،قضیہ حقیقیہ خارجیہ،قضیہ مطلقہ

ہرایک کی تفصیل

اگرمحمول کاثبوت ایسے موضوع کے لئے ہوجس کاوجودذہن میں حقیقۃً ہوتواسے قضیہ ذہنیہ کہتے ہیں۔جیسے **الانسان نوع** اوراگرمحمول کاثبوت ایسے موضوع کے لئے ہوجس کاوجودذہن میں فرض کرنے کی وجہ سے ہوتواس کوقضیہ حقیقیہ ذہنیہ کہتے ہیں جیسے **شریك البارى ممتنع** اوراگرمحمول کاثبوت ایسے موضوع کے لئے ہوجس کاوجودخارج میں حقیقۃً

ہے تو اسے قضیہ خارجیہ کہتے ہیں جیسے الانسان ناطق اور اگر ایسے موضوع کے لئے ہے جس کا وجود فرض کرنے کی وجہ سے ہے تو اسے قضیہ حقیقہ خارجیہ کہتے ہیں۔ جیسے العنقاء طائر اور اگر محمول کا ثبوت مطلق موضوع کے لئے ہو، چاہے خارج میں ہو یا ذہن میں ہو حقیقۃً ہو یا تقدیراً ہو۔ تو اسے قضیہ مطلقہ کہتے ہیں جیسے کل خط یمکن تضعیف تضعیف کا ثبوت خط کے لئے ہے چاہے خارج میں ہو یا ذہن میں ہو۔

قوله: نعم تحقق السالبة فی الذهن، یہ سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال کی تقریر

آپ کا یہ کہنا کہ سالبہ میں موضوع کا موجود ہونا ضروری نہیں ہے ہمیں تسلیم نہیں ہے اس لئے کہ سالبہ میں بھی حکم ہوتا ہے اور کسی بھی چیز پر حکم لگانے کے لئے اس کا علم ضروری ہے لہذا آپ کا یہ کہنا کہ سالبہ وجود موضوع کا تقاضہ نہیں کرتا ہے درست نہیں ہے۔

مصنفؒ نے جواب دیا کہ موجبہ اور سالبہ کے موضوع کے تقاضہ کرنے میں فرق ہے موجبہ کے لئے موضوع کا موجود ہونا ضروری ہے حکم لگاتے وقت بھی اور حکم لگانے کے بعد بھی، بخلاف سالبہ میں صرف موضوع کا موجود ہونا ضروری ہے حکم لگاتے وقت اس کو بقاء رہنا ضروری نہیں ہے تو سالبہ کے وجود موضوع کے تقاضہ کے بارے میں جو نفی کی گئی ہے وہ بقاء کے اعتبار سے ہے اور آپ نے اعتراض کیا ہے ابتداء کے اعتبار سے لہذا جس پر اعتراض ہے وہ مقصود نہیں ہے اور جو مقصود ہے اس پر اعتراض نہیں ہے۔

سوال

المحال من حیث هو محال لیس له صورة فی العقل فهو معدوم ذهنا و خارجا و من هٰهُنا تبین ان کل موجود فی الذهن حقیقة موجود فی نفس الامر ،فلا یحکم علیه ایجاباً بالامتناع او سلباً بالوجود مثلاً الاعلی امر کلی اذا کان من الممکنات تصورة و کل محکوم علیه بالتحقیق هی الطبیعة المتصورة و کل متصور ثابت. ترجمہ کریں اور عبارت کی مکمل وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: محال محال ہونے کی حیثیت سے عقل میں اس کے لئے کوئی صورت نہیں ہے لہذا وہ ذہن اور خارج دونوں اعتبار سے معدوم ہے اور اسی سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ ہر وہ شئ جو ذہن میں حقیقۃً موجود ہے نفس الامر میں بھی موجود ہوگی، لہذا اس پر امتناع کے اثبات کا یا وجود کے سلب کا حکم نہیں لگایا جائے گا مگر با مر کلی پر جبکہ اس کا تصور کرنا ممکنات میں سے ہو اور ہر محکوم علیہ تحقیق کے مطابق وہ حقیقت متصورہ ہی ہے اور ہر متصور موجود ہوتا ہے۔

تشریح: یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال کی تقریر

مناطقہ کا قاعدہ ہے کہ قضایا موجبہ کے لئے موضوع کا موجود ہونا ضروری ہے اس کے بغیر حکم لگانا صحیح نہیں ہے حالانکہ میں ایسے قضایا موجبہ دکھلاتا ہوں جن کے موضوع موجود نہیں ہیں پھر بھی ان پر حکم لگانا صحیح ہے، مثلاً شریك الباری ممتنع، اجتماع النقیضین محال، المجهول المطلق یمتنع علیه الحکم، یہ ایسے قضایا موجبہ ہیں جن کے موضوع موجود نہیں ہیں، اس لئے کہ یہ محال ہیں اور محال من حیث محال کے لئے عقل میں کوئی صورت نہیں ہوتا ہے وہ ذہن اور خارج دونوں اعتبار سے معدوم ہوتا ہے۔

جواب کی تقریر

مصنفؒ نے اس اعتراض کا جواب الا امر کلی سے دیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قضایا مذکورہ میں جو موضوع ہے اس کی دو حیثیتیں ہیں (۱) نفس مفہوم جو کلی ہے (۲) اس کا مصداق یعنی اس کے افراد۔ اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ نے جو فرمایا کہ موضوع موجود نہیں ہے، اس لئے کہ وہ محال ہے اس سے موضوع کی کون سی حیثیت مراد ہے اگر یہ مراد ہے کہ اس کے افراد محال ہے تو ہمیں تسلیم ہے، لیکن افراد کو موضوع نہیں قرار دیا گیا ہے؛ بلکہ موضوع نفس کلی ہیں اور وہ محال نہیں ہے اس لئے کہ یہ متصور ہے اور ہر متصور موجود ہوتا ہے لہذا نفس کلی موجود ہوگا تو جب آپ کی مراد ہے وہ یہاں مراد نہیں ہے اور جو یہاں مراد

ہے وہ آپ کی مراد نہیں ہے۔

قولہ : فلایحکم عایه ایجاباً، اس عبارت سے ماقبل کے جواب پر اعتراض کا جواب ہے۔ اعتراض یہ ہے کہ جب ان قضایا میں موضوع موجود ہیں تو پھر ان پر امتناع اور محال کا حکم کس طرح صحیح ہوگا کیا آپ کے نزدیک موجود بھی ممتنع ہوتا ہے؟ مصنفؒ نے جواب دیا کہ قضایا مذکورہ میں موضع موجود نفس کے اعتبار سے موجود ہے اور اس پر امتناع یا محال کا حکم افراد کے اعتبار سے ہے تو اعتبار بدل گیا اور اعتبار کے بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں، لہذا کوئی منافات نہیں ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

سوال

واماالذین قالواان الحکم علی الافرادحقیقةً فمنهم من قال انهاسوالب ولاریب انه تحکم ومنهم من قال انهاوان کانت موجبات لکنهالاتقتضی الاتصورالحال حال الحکم کمافی السوالب من غیرفرق ولایخفی انه یصادم البداهة ومنهم من قال ان الحکم علی الافرادالفرضیة المقدرة الوجودکانّه قال مثلاًمایتصوربعنوان شریك الباری ویفرض صدقه علیه ممتنع فی نفس الامر،ولایذهب علیك انه یلزم ان یکون ثبوت الصفة ازیدُمن ثبوت الموصوف فان الامتناع متحقق فی نفس الامر ،ترجمہ ومطلب لکھئے واماالذین قالوا سے کون مراد ہیں اس کو بھی تحریر کریں۔

جواب

ترجمہ: اور بہرحال جواب ان لوگوں کے طریقے کے مطابق جو اس بات کے قائل ہیں کہ حکم حقیقۃً افراد پر ہوتا ہے، تو ان میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے جواب دیا کہ یہ قضایا، سالبہ ہیں۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ دعویٰ بلا دلیل ہے اور ان میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے جواب دیا کہ قضایا اگرچہ موجبہ ہیں، لیکن موضوع کے تصور کا تقاضا صرف حکم لگاتے وقت کرتے ہیں، جیسا کہ سالبہ میں ہوتا ہے بغیر کسی قسم کے اور کسی

عاقل پر یہ مخفی نہیں ہے کہ یہ بداہت کے مخالف ہے ان میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے جواب دیا کہ حکم ان افرادِ فرضیہ پر ہے جن کے وجود کو مان لیا گیا ہے، گویا کہ یوں کہا مثلاً جو شریک الباری کے مفہوم کے ساتھ متصور ہو اور اس کے اس پر صادق آنے کو فرض کرلیا گیا ہو، اور یہ نفس الامر میں ممتنع ہو اور یہ بات تم پر اوجھل نہیں رہنی چاہئے کہ اس سے صفت کا موصوف کے مقابلے میں قوی ہونا لازم آتا ہے، اس لئے کہ امتناع نفس الامر میں متحقق ہے بخلاف افراد کے۔

توضیح: ماقبل میں مناطقہ کے قاعدہ "قضایا موجبہ وجود موضوع کا تقاضہ کرتے ہیں" پر اشکال کیا گیا تھا کہ بعض قضایا وہ ہیں جو موجبہ ہونے کے باوجود وجود موضوع کا تقاضہ نہیں کرتے ہیں اور ان پر حکم لگانا صحیح ہے، مثلاً شریك البارى ممتنعٌ، یہ موجبہ ہیں اور اس امتناع کا حکم لگایا گیا ہے جب کہ شریک الباری (محکوم علیہ) موجود نہیں ہے۔ اس کا جواب ماقبل میں دیا گیا تھا کہ محال افراد ہیں اور محکوم علیہ حقیقت ہے اور حقیقت موجود ہے۔ مصنفؒ کہتے ہیں کہ یہ جواب ان لوگوں کے مسلک کے مطابق ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ حکم حقیقت پر ہوتا ہے نہ کہ افراد پر۔ اور بہر حال ان لوگوں کے مسلک کے مطابق جو اس بات کے قائل ہیں کہ حکم افراد پر ہوتا ہے تو بعض نے یہ جواب دیا کہ قضیا مذکورہ موجبہ نہیں ہیں، بلکہ سالبہ ہیں اور جب سالبہ ہیں تو وجود موضوع کا تقاضہ نہیں کریں گے۔ اب قضایا کی شکل یہ ہوگی شريك البارى ليس بممكن، اجتماع النقيضين ليس بموجود، مصنفؒ کہتے ہیں کہ اگر ان قضایا کو تاویل کر کے سالبہ بنالیا جائے تو قضیہ موجبہ، موجبہ نہیں رہے گا بلکہ سب سالبہ بن جائے گا۔ مثال کے طور پر زیدٌ قائم کو زید ليس بقاعدٍ کے تاویل میں کرلیں گے۔

بعض نے جواب دیا کہ یہ قضایا اگرچہ موجبہ ہیں لیکن جس طرح سالبہ صرف حکم لگاتے وقت موضوع کے وجود کا تقاضہ کرتے ہیں اسی طرح یہ قضایا بھی بغیر کسی قسم کے صرف حکم لگاتے وقت موضوع کے وجود کا تقاضہ کرتے ہیں۔ مصنفؒ نے لایخفی سے اس جواب کو رد کیا کہ موجبہ کو سالبہ کے درجہ میں کرنا بداہت کے خلاف ہے۔ اور بعض نے

جواب دیا کہ قضایا مذکورہ قضایا حقیقۃ ہیں جن میں حکم افراد فرضیہ پر ہوتا ہے اور قضایا مذکورہ میں افراد اگرچہ ممتنع ہیں، لیکن ان کا وجود فرض کیا جا سکتا ہے۔اب مثلاً شریك البارى ممتنعٌ کی تعبیر اس طرح ہوگی۔ مايتصور بمفهوم شريك البارى ويصدق عليه هذا المفهوم من الافراد الفريضة فهو ممتنع فى نفس الامر اسی طرح باقی قضیایا کی تعبیر ہوگی۔

یہ جواب بھی مصنفؒ کو پسند نہیں ہے اس لئے کہ اس کو ولايذهب عليك سے رد کر رہے جن کو سمجھنے سے پہلے چند باتیں ذہن نشیں کیجئے۔

(۱) محکوم علیہ موصوف ہوتا ہے اور حکم اس کی صفت۔

(۲) موصوف کا درجہ قوی ہوتا ہے صفت کے درجہ سے۔

(۳) وجود فرضی کا درجہ وجود نفس الامری سے کم ہوتا ہے۔

اب سنئے......! مصنفؒ کہتے ہیں کہ اگر محکوم علیہ افراد فرضیہ کو قرار دیا جائے جیسا کہ آپ نے کہا ہے تو اس صورت میں صفت کا موصوف سے قوی ہونا لازم آتا ہے اور صفت کا موصوف سے قوی ہونا محال ہے وہ اس طرح کہ آپ نے کہا کہ محکوم علیہ افراد فرضیہ ہیں تو پہلے مقدمہ کی بناء پر افراد (محکوم علیہ) موصوف ہوئے اور امتناع (حکم) اس کی صفت اور دوسرے مقدمہ کی بناء پر کہ موصوف قوی ہوتا ہے صفت سے، افراد فرضیہ کو قوی ہونا چاہئے امتناع سے، حالانکہ افراد فرضیہ قوی نہیں ہیں اس لئے کہ افراد فرضیہ فرضی ہیں اور امتناع نفس الامری ہیں اور وجود نفس الامر قوی ہوتا ہے وجود فرضی سے، اس لئے امتناع جو صفت ہے وہ قوی ہوگا افراد فرضیہ سے جو موصوف ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ محکوم علیہ افراد فرضیہ کو قرار دینے کی صورت میں صفت کا موصوف سے قوی ہونا لازم آتا ہے اور یہ باطل ہے، لہذا آپ کا جواب بھی باطل ہے۔

فائدہ : مصنفؒ نے ان تمام جوابوں کو رد کر دیا، اس سے معلوم ہوا کہ مصنفؒ ان لوگوں کے ساتھ ہیں جو محکوم علیہ حقیقت کو مانتے ہیں۔

سوال

الاتصاف الانضمامی یستدعی تحقق الحاشیتین فی ظرف الاتصاف بخلاف الانتزاعی بل یستدعی ثبوت الموصوف فقط. مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں نیز اتصاف کی تمام قسموں کو مع مثال لکھیں۔

جواب

ترجمہ : اتصاف انضمامی تقاضہ کرتا ہے حاشیتین (موصوف وصفت) کے تحقق کا ظرف اتصاف میں بخلاف انتزاعی کے، بلکہ یہ تقاضہ کرتا ہے صرف موصوف کے ثبوت کا۔

وضاحت: اتصاف کہتے ہیں ایک شئ کو دوسرے شئ کے ساتھ متصف کرنا۔اتصاف کی دو قسمیں ہیں۔ انضمامی،انتزاعی پھر ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں۔خارجی ،ذہنی تو کل چار قسمیں ہو گئیں۔

ہر ایک کی تعریف اور مثال

(۱)اتصاف خارجی :ایسے اتصاف کو کہتے ہیں کہ صفت ایسے موصوف کے ساتھ متصف ہو جو خارج میں موجود ہے جیسے بیاض کا اتصاف جسم کے ساتھ۔

(۲)اتصاف ذہنی : ایسے اتصاف کو کہتے ہیں کہ صفت ایسے موصوف کے ساتھ متصف ہو جو ذہن میں موجود ہو۔جیسے صورت علمیہ کا حالت ادراکیہ کے ساتھ اتصاف۔

(۳)انتزاعی خارجی:ایسے اتصاف کو کہتے ہیں کہ صفت ایسے موصوف سے منتزع ہو جو خارج میں موجود ہے جیسے تحتیت کا انتزاع ارض سے۔

(۴) انتزاعی ذہنی : ایسے اتصاف کو کہتے ہیں کہ صفت ایسے موصوف سے منتزع ہو جو ذہن میں موجود ہے جیسے کلیت کا انتزاع کلی سے،اس لئے کہ کلی ذہن میں موجود ہے خارج میں افراد ہیں نہ کہ کلی۔

سوال ١

ثم قد يجعل حرف السلب جزء من طرف فسميت معدولة والا فمحصلة وقد يخص اسم الموجبة بالمحصلة والسالبة بالبسيطة وهی اعم من الموجبه المعدولة المحمول، ويتأخر فيها الرابطة عن لفظ السلب لفظاً اوتقديراً وفی الموجبة السالبة المحمول رابطتان والسلب بينهما. مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: پھر کبھی حرف سلب کو قضیہ کے طرف کا جز بنا دیا جاتا ہے تو اس کا معدولہ رکھا جاتا ہے ورنہ وہ محصلہ اور کبھی موجبہ کا نام محصلہ کے ساتھ اور سالبہ کا نام بسیطہ کے ساتھ خاص کیا جاتا ہے۔ اور یہ موجبہ معدولۃ المحمول سے اعم ہے اور اس میں حرف رابطہ لفظ سلب سے لفظاً اور تقدیراً دونوں اعتبار سے مؤخر ہوتا ہے۔

وضاحت: یہاں سے قضیہ حملیہ کی تقسیم کر رہے ہیں حرف سلب کے جز ہونے اور نہ ہونے کے اعتبار سے، اس اعتبار سے حملیہ کی دو قسمیں ہیں۔ معدولہ، محصلہ

اگر حرف سلب قضیہ کے جز کا جز ہو تو اسے قضیہ معدولہ کہتے ہیں اور اگر حرف سلب قضیہ کے جز کا جز نہ ہو تو اسے محصلہ کہتے ہیں، پھر معدولہ کی تین قسمیں ہیں معدولۃ الموضوع، معدولۃ المحمول، معدولۃ الطرفین۔

اگر حرف سلب موضوع کا جز ہو تو اسے معدولۃ الموضوع کہتے ہیں جیسے **اللاحی جماد.**

اور اگر حرف سلب محمول کا جز ہو تو اسے معدولۃ المحمول کہتے ہیں۔ جیسے **الجماد لا عالم.**

اور اگر حرف سلب موضوع و محمول دونوں کا جز ہو تو اسے معدولۃ الطرفین کہتے ہیں۔ جیسے **اللاحی لا عالم.**

وجہ تسمیہ

معدولہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ حرف سلب کو وضع کیا گیا ہے نفی کے لئے اور جب قضیہ

کا جز بن گیا تو اپنے اصل سے بدل گیا، اس لئے اسے معدولہ کہتے ہیں۔

اور محصلہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جب حرف سلب جز نہیں ہے تو موضوع ومحمول میں سے ہر ایک وجودی اور محصل ہوں گے، اس لئے اسے محصلہ کہتے ہیں۔

قولہ :وقدیخص، اس سے قبل محصلہ کی تعریف کی گئی کہ اگر حرف سلب اس میں جز نہ ہو تو اسے محصلہ کہتے ہیں، چاہے موجبہ ہو یا سالبہ، یہاں سے بیان کررہے ہیں کہ بعض لوگوں نے موجبہ اور سالبہ میں فرق کیا ہے کہ اگر حرف سلب جز نہیں ہے اور موجبہ ہے تو اسے محصلہ کہتے ہیں اور اگر حرف سلب جز نہیں ہے اور سالبہ ہے تو اسے بسیطہ کہتے ہیں۔

قولہ : وھی اعم من الموجبة المعدولة المحمول، سالبہ بسیطہ اور موجبہ معدولۃ المحمول اور موجبہ سالبہ المحمول میں چونکہ اشتباہ ہوتا ہے، اس لئے ان کے درمیان فرق بیان کررہے ہیں۔ سالبہ بسیطہ اور موجبہ معدولۃ المحمول میں لفظی اور معنوی دونوں اعتبار سے فرق ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

لفظی فرق یہ ہے کہ سالبہ بسیطہ میں حرف ربط سلب سے مؤخر ہوتا ہے اور موجبہ معدولۃ المحمول میں حرف ربط سلب سے مقدم ہوتا ہے۔ مثلاً زیدلیس ھو بجالس سالبہ بسیطہ ہے اور زیدھولیس بجالس موجبہ معدولۃ المحمول ہے۔

معنوی فرق یہ ہے کہ سالبہ بسیطہ عام ہے اور موجبہ معدولۃ المحمول خاص ہے کیونکہ سالبہ بسیطہ موضوع کے وجود وعدم دونوں صورتوں میں صادق آتا ہے اور موجبہ معدولۃ المحمول صرف موضوع کے وجود کی صورت میں صادق آتا ہے۔

قولہ : فی الموجبة السالبةالمحمول.

ترجمہ: اور موجبہ سالبۃ المحمول میں دو رابطے ہوتے ہیں اور حرف سلب ان دونوں کے درمیان ہوتا ہے۔

اس سے پہلے سالبہ بسیطہ اور موجبہ معدولۃ المحمول کے درمیان فرق کو بیان کیا تھا اب سالبہ بسیطہ اور موجبہ سالبۃ المحمول کے درمیان فرق بیان کررہے ہیں، کہ سالبہ بسیطہ میں حرف ربط صرف ایک ہوتا ہے اور موجبہ سالبۃ المحمول میں دو ربط ہوتے ہیں۔ جیسے

زیدھولیس ھوبقائم.

سوال

كل نسبة فى نفس الامراماواجبة اوممتنعة اوممكنة وتلك الكيفيات المواد والدال عليهاالجهة وماشتملت عليهاتسمى موجهة ورباعية بسيط ان كانت حقيقتها ايجاباًاوسلباًفقط ومركبة ان كانت ملتئمة منهما. مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: ہروہ نسبت جونفس الامر میں ہے یاتوواجب ہوگا یا ممتنع یاممکن ہوگا اوروہ کیفیات مواد ہیں اوراس پردلالت کرنے والالفظ جہت ہے اورقضیہ اس پر مشتمل ہوا سے موجہ اوررباعیہ نام رکھاجاتاہے،وہ بسیط ہوگااگراس کی حقیقت صرف ایجاب یاصرف سلب ہواورمرکبہ ہوگااگراس کی حقیقت ان دونوں سے مرکب ہو۔

وضاحت: مصنفؒ جب قضیہ کے اجزاء کے بیان سے فارغ ہوئے تواب قضیہ کی جہت کوبیان کررہے ہیں۔ جانناچاہئے کہ محمول کی جب موضوع کی طرف نسبت کی جائے تو وہ نسبت نفس الامری میں کسی نہ کسی کیفیت کے ساتھ ضرور متصف ہوگی چاہے واجب ہوگی یاممتنع ہوگی یاممکن ہوگی توجوکیفیت نفس الامری میں پائی جاتی ہے اسے مادۂ قضیہ کہتے ہیں۔اوراس نفس الامری کیفیت پرجولفظ صراحۃً دلالت کرتاہے، اسے جہت قضیہ کہتے ہیں اوراگرقضیہ میں اس کیفیت کوصراحۃً بیان کردیاگیاہے تواس کوقضیہ مطلقہ کہتے ہیں اور اگرقضیہ میں اس کیفیت کوصراحۃً بیان نہیں کیاگیاہے تواسے قضیہ مطلقہ کہتے ہیں،پھرقضیہ میں جوکیفیت مذکورہے اگرواقع کے مطابق ہے تواسے قضیہ صادقہ کہتے ہیں۔اوراگرقضیہ میں جوکیفیت مذکورہے واقع کے مطابق نہیں ہے تواسے قضیہ کاذبہ کہتے ہیں، پھر جاننا چاہئے کہ قضیہ کی دوقسمیں ہیں بسیطہ،مرکبہ

بسیطہ : وہ قضیہ ہے جس میں نسبت کی ایک کیفیت ایجابی یا سلبی مذکور ہو۔
مرکبہ: وہ قضیہ ہے جس میں نسبت کی دو کیفیتیں، ایجاب اور سلب ایک ساتھ مذکور ہوں۔

بسیطہ کی مثال: کل انسان حیوان بالضرورة، اس میں صرف ایجاب مذکور ہے۔
مرکبہ کی مثال: كل كاتب متحرك الاصابع بالضرورة مادام كاتباً لادائماً، اس میں ایجاب وسلب دونوں ایک ساتھ مذکور ہیں۔

سوال

والتحقيق ان الموادالحكمية هي الجهات المنطقية وقيل انها غيرها والا لكانت لوازم الماهية واجبة لذاتهاوالجواب انه فرق بين وجوب الوجودفي نفسه وبين وجوب الثبوت لغيره الاول محال غيرلازم والثاني لازم غيرمحال. مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ : اور تحقیق یہ ہے کہ مواد حکمیہ بعینہ جہات منطقیہ ہیں اور کہا گیا ہے کہ وہ اس کے غیر ہیں ورنہ ماہیت کے لوازم واجب لذاتہ ہوں گے۔ اور جواب یہ ہے کہ وجوب الوجود نفسہ اور وجوب الثبوت بغیرہ کے درمیان فرق ہے اول محال ہے جو لازم نہیں آ رہا ہے اور ثانی لازم ہے جو محال نہیں ہے۔

وضاحت : مناطقہ کا اس بات میں اختلاف ہے کہ مواد ثلثہ یعنی وجوب، امتناع، امکان کے جو معنی فلسفہ میں ہیں وہی منطق میں بھی ہے یا نہیں۔ مصنفؒ کی رائے یہ ہے کہ مواد ثلثہ کے جو معنی فلسفہ میں ہیں وہی معنی منطق میں بھی ہیں، لیکن کچھ لوگوں کی رائے یہ ہے کہ دونوں میں فرق ہے کیونکہ فلسفہ میں واجب سے مراد واجب الوجود ہوتا ہے اور منطق میں واجب سے مراد واجب الثبوت ہوتا ہے لہذا دونوں میں فرق ہے والالكانت سے

صاحب قیل کی جانب سے اعتراض ہے۔جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر واجب کے معنی منطق میں بھی وہی ہو جو فلسفہ میں ہے تو اس صورت میں تعدد وجباء لازم آئے گا اور یہ باطل ہے کیونکہ فلسفہ میں واجب سے مراد واجب الوجود ہوتا ہے ۔اب اگر کہا جائے، زوجیت کا ثبوت اربعہ کے لئے واجب ہے تو مطلب یہ ہوگا کے زوجیت جو اربعہ کے لئے لازم ہے وہ واجب الوجود ہے، حالانکہ صرف اللہ تعالی کی ذات واجب الوجود ہے لہذا ماننا پڑے گا کہ دونوں میں فرق ہے۔

مصنفؒ نے جواب دیا کہ منطق میں واجب عام ہوتا ہے واجب الوجود اور واجب الثبوت دونوں کو اور فلسفہ میں صرف واجب الوجود مراد ہوتا ہے لہذا منطق میں جن مقامات پر واجب الوجود مراد لینا محال ہوتا ہے وہاں واجب الثبوت مراد ہوتا ہے اور یہاں چونکہ واجب الوجود مراد لینے میں تعدد وجباء لازم آرہا ہے اس لئے واجب الثبوت مراد ہے اس لئے اب کوئی اعتراض وارد نہیں ہوگا۔

سوال

فهي ان حكم فيها باستحالة انفكاك النسبة مطلقاً فضرورية مطلقة او مادام الوصف فمشروطة عامة اوفي وقت معين فوقتية مطلقة اوغير معين فمنتشرة مطلقة. قضیہ موجبہ بسیطہ کی تمام قسموں کو مع مثال لکھیں؟

جواب

ترجمہ : تو یہ جہت اگر اس میں نسبت کے انفکاک کے محال ہونے کا حکم لگایا گیا ہے مطلقاً، تو وہ ضروریہ مطلقہ ہے یا نسبت کے انفکاک کے محال ہونے کا حکم لگایا گیا ہے وقت معین میں، تو وہ وقتیہ مطلقہ ہے یا نسبت کے انفکاک کے محال ہونے کا حکم لگایا گیا ہے وقت غیر معین میں، تو وہ منتشرہ مطلقہ ہے۔

وضاحت: ماقبل میں بیان کیا گیا تھا کہ قضیہ موجہہ کی دو قسمیں ہیں۔ بسیطہ، مرکبہ۔

اب یہاں سے بسیطہ کی قسموں کو بیان کر رہے ہیں۔ قضیہ موجہہ بسیطہ آٹھ ہیں، ضروریہ مطلقہ، مشروطہ عامہ، وقتیہ مطلقہ، منتشرہ مطلقہ، عرفیہ عامہ، مطلقہ عامہ، ممکنہ عامہ، دائمہ مطلقہ۔

(۱) ضروریہ مطلقہ: ایسے قضیہ کو کہتے ہیں جس میں محمول کی نسبت جو موضوع کی طرف ہو رہی ہے اس کا جدا ہونا مطلقاً محال ہے، یعنی اس کا محال ہونا کسی وقت یا صفت کے ساتھ مقید نہ ہو۔ جیسے **کل انسان حیوان بالضرورۃ، ولاشئ من الانسان بحجر بالضرورۃ۔**

وجہ تسمیہ

یہ ہے کہ ضروریہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ ضرورت پر مشتمل ہوتا ہے اور مطلقہ اس لئے کہتے ہیں کہ کسی وقت یا صفت کے ساتھ مقید نہیں ہے۔

(۲) مشروطہ عامہ: وہ قضیہ ہے جس میں محمول کا ثبوت موضوع کے لئے یا محمول کا سلب موضوع کے لئے اس وقت ضروری ہے جب تک موضوع کی ذات وصف عنوانی کے ساتھ متصف ہے۔ جیسے **کل کاتب متحرك الاصابع بالضرورۃ مادام کاتباً** اس قضیہ میں یہ حکم ہے کہ انگلیاں ہلنے کا ثبوت کاتب کی ذات کے لئے اس وقت تک ضروری ہے جب وہ وصف عنوانی یعنی کتابت کے ساتھ متصف ہے۔

(۳) وقتیہ مطلقہ: وہ قضیہ موجہہ ہے جس میں یہ حکم ہو کہ موضوع کے لئے محمول کا ثبوت یا سلب معین وقت میں ضروری ہے۔ جیسے **کل قمر منخسف بالضرورۃ حیلولۃ الارض بینہ وبین الشمس** اس قضیہ میں یہ حکم ہے کہ گہن کا ثبوت چاند کے لئے اس وقت ضروری ہے جب زمین چاند اور سورج کے درمیان آجائے۔

(۴) منتشرہ مطلقہ: وہ قضیہ موجہہ ہے جس میں یہ حکم ہو کہ موضوع کے لئے محمول کا ثبوت یا سلب کسی غیر معین وقت میں ضروری ہے۔ جیسے **کل انسان متنفس بالضرورۃ فی وقت ما** اس میں یہ حکم ہے کہ سانس لینے کا ثبوت انسان کے لئے

غیر معین وقت میں ضروری ہے۔

(۵) عرفیہ عامہ: وہ قضیہ موجہ ہے جس میں یہ حکم ہو کہ موضوع کے لئے محمول کا ثبوت یا سلب اس وقت تک دائمی ہے جب تک موضوع کی ذات وصف عنوانی کے ساتھ متصف ہے۔ جیسے کل کاتب متحرك الاصابع دائماً، مادام کاتباً.

(۶) مطلقہ عامہ: وہ قضیہ موجہ ہے جس میں یہ حکم ہو کہ موضوع کے لئے محمول کا ثبوت یا سلب تینوں زمانوں میں سے کسی زمانے میں ہے۔ جیسے کل انسان متنفس بالفعل، اس میں یہ حکم ہے کہ انسان کے لئے سانس لینے کا حکم ازمنہ ثلثہ میں سے کسی زمانہ میں ہے۔

(۷) ممکنہ عامہ: وہ قضیہ موجہ ہے جس میں یہ حکم ہو کہ موضوع کے لئے محمول کا ثبوت یا سلب اس طرح ہے کہ اس جانب مخالف ضروری نہیں۔ جیسے کل نار حارۃ بالامکان العام، اس میں یہ حکم ہے کہ حرارت کا ثبوت آگ کے لئے اس طرح ہے کہ حرارت کی ضد برودت آگ کے لئے ضروری نہیں ہے۔

(۸) دائمہ مطلقہ: وہ قضیہ موجہ ہے جس میں یہ حکم ہے کہ موضوع کے لئے محمول کا ثبوت یا سلب اس وقت تک دائمی ہے جب تک موضوع کی ذات موجود ہے۔ جیسے کل فلك متحرك دائماً، اس میں یہ حکم ہے حرکت کا ثبوت فلک کے لئے اس وقت دائمی ہے جب تک فلک کی ذات موجود ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

سوال

اوبعدم استحالة الطرفين فممكنة خاصة وقداعتبر تقييد العامتين و الوقتيتين المطلقتين بالدوام الذاتی فتسمی المشروطة الخاصة. قضیہ موجہ مرکبہ کی تمام قسموں کی تعریف مع امثلہ لکھیں؟

جواب

قضیہ موجہ مرکبہ کی [illegible] قسمیں ہیں۔ مشروطہ خاصہ، عرفیہ خاصہ، وقتیہ، منتشرہ،

وجودیہ لاضروریہ، وجودیہ لادائمہ، ممکنہ خاصہ۔

(۱) مشروطہ خاصہ: وہ مشروطہ عامہ ہے جس کو لادوام ذاتی کے ساتھ مقید کردیا گیا ہو۔
جیسے **كل كاتب متحرك الاصابع بالضرورت مادام كاتبالادائماً.**

(۲) عرفیہ خاصہ: وہ عرفیہ عامہ ہے جس کو لادوام ذاتی کے ساتھ مقید کردیا گیا ہو،
جیسے **كل كاتب متحرك الاصابع بالدوام مادام كاتبالادائماً.**

(۳) وقتیہ: وہ وقتیہ مطلقہ ہے جس کو لادوام ذاتی کے ساتھ مقید کردیا گیا ہو۔ جیسے **كل قمر منخسف بالضرورت وقت الحيلولة لادائماً.**

(۴) منتشرہ: وہ منتشرہ مطلقہ ہے جس کو لادوام ذاتی کے ساتھ مقید کردیا گیا ہو۔ جیسے **كل انسان متنفس بالضرورت فى وقت مالادائماً.**

(۵) وجودیہ لاضروریہ: وہ مطلقہ عامہ ہے جو لاضرورت ذاتی کے ساتھ مقید کیا گیا ہو۔
جیسے **كل انسان ضاحك بالفعل لابالضرورت.**

(۶) وجودیہ لادائمہ: وہ مطلقہ عامہ ہے جس کو لادوام ذاتی کے ساتھ مقید کیا گیا ہو۔
جیسے **كل انسان ضاحك بالفعل لادائماً.**

(۷) ممکنہ خاصہ: وہ ممکنہ عامہ ہے جس کو جانب موافق کے غیر ضروری ہونے کے ساتھ مقید کیا گیا ہو۔ جیسے **كل انسان كاتب بالامكان الخاص** یعنی کتابت کا ثبوت اور سلب انسان کے لئے ضروری نہیں ہے۔

سوال

فيه شك من وجهين الاول انه اذاكان المحمول هوالموجودلزم عدم منافات الضرورة للامكان الخاص واجيب بالفرق بين الضرورة فى زمان الوجودوبينهابشرطه.

یہ شک کس مسئلہ پر وارد ہوا ہے اس کو تحریر کریں۔ شک کی تقریر لکھیں اور مصنفؒ نے اس شک کا کیا جواب دیا ہے اس کی وضاحت کریں۔

جواب

تکملہ چند مباحث ہیں، پہلی بحث ضروریہ مطلقہ کی مشہور کے بیان میں ہے۔اس مشہور تعریف پر دو طرح سے اعتراض وارد ہو رہا ہے، ایک ضروریہ مطلقہ موجبہ کی تعریف پر ہے اور دوسرا ضروریہ مطلقہ سالبہ کی تعریف پر ہے یہ پہلا شک ہے جس خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے ضروریہ مطلقہ موجبہ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے: "جس میں محمول کا ثبوت موضع کے لئے ضروری ہو جب تک ذات موضوع موجود ہو" یہ تعریف درست نہیں ہے اس لئے کہ اس صورت میں ضروریہ مطلقہ موجبہ اتور ممکنہ خاصہ میں تساوی ہونا لازم آئے گا حالانکہ دونوں میں منافات ہے، وہ اس طرح کہ جب ضروریہ مطلقہ کا موضوع ممکنات میں سے ہو اور محمول لفظ موجود ہو۔ جیسے الانسان موجود تو اس صورت میں ضروریہ مطلقہ اور ممکنہ خاصہ دونوں ہیں، ضروریہ مطلقہ اس لئے کہ جب تک انسان موجود ہے اس وقت تک وجود کا ثبوت ضروری ہے اور اسی کو ضروریہ مطلقہ کہتے ہیں اور ممکنہ خاص اس لئے ہے کہ انسان اپنی ذات کے اعتبار سے ممکن ہے اس لئے کہ اس کے لئے نہ وجود ضروری ہے اور نہ عدم ضروری ہے اور اسی کا نام ممکنہ خاص ہے۔ اس مثال سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ اس تعریف کی صورت میں دونوں میں تساوی کی نسبت ہے، حالانکہ دونوں میں منافات ہے۔

جواب کی تقریر

جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ مشہور تعریف کے اعتبار سے بھی دونوں میں تساوی ہونا لازم نہیں آتا ہے اس لئے کہ ضرورت کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) ضرورت فی زمان الوجود، یعنی محمول کا ثبوت موضوع کے لئے اس کے موجود ہونے کے زمانہ میں ضروری ہو، اس ضرورت میں وجود موضوع کو دخل نہیں ہے جیسے کل کاتب انسان بالضرورۃ اس میں انسان کا ثبوت کاتب کے لئے ضروری ہے، لیکن وجود کو اس ضرورت میں کوئی دخل نہیں ہے۔ (۲) ضرورت بشرط الوجود، یعنی محمول کا ثبوت موضوع کے لئے اس کے وجود کی شرط کے ساتھ ضروری ہو، اس ضرورت میں وجود موضوع کا دخل ہوتا ہے یعنی

موضوع موجود ہوگا تو محمول کا ثبوت ضروری ہوگا ورنہ نہیں۔ جیسے الانسان موجود بالضرورة اس میں موجود کا ثبوت انسان کے لئے ضروری ہے اس کے وجود کی شرط کے ساتھ۔

اب سنئے......! ضروریہ مطلقہ موجبہ جس ضرورت کا اعتبار ہے وہ ضرورہ فی زمان الوجود ہے اور جہاں موضوع ممکنات میں سے ہو محمول لفظ موجود ہو وہاں ضرورت بشرط الوجود ہے تو جس کا ضروریہ مطلقہ موجبہ میں اعتبار ہے وہ یہاں پایا نہیں جارہا ہے اور جو پایا جارہا ہے وہ اس کا اعتبار نہیں ہے، لہذا اس میں صرف ممکنہ خاصہ ہوگا نہ کہ ضرویہ مطلقہ موجبہ۔

سوال

الثانی السلب مادام الوجود لایصدق بدونه فلایکون السالبة اعم ویلزم ان لایصدق لاشئ من العنقاء بانسان بالضرورة واجیب بان مادام ظرف للثبوت الذی یتضمنه السلب وحینئذٍ یجوز صدقها بانتفاء الموضوع وبانتفاء المحمول امافی جمیع الاوقات اوبعضها نحو لاشئ من القمر بمنخسف بالضرورة. ترجمہ کریں، مطلب واضح کریں۔

جواب

ترجمہ: دوسری بحث یہ ہے کہ سلب مادام الوجود کے بغیر صادق نہیں آئے گا تو سالبہ عام نہیں ہوگا اور اس سے یہ لازم آئے گا کہ لاشئ من العنقاء بانسان بالضرورة صادق نہ ہو اور جواب یہ دیا گیا ہے کہ مادام اس ثبوت کا ظرف ہے جس کو سلب متضمن ہے اور اس وقت اس کا صادق آنا جائز ہوگا موضوع کے یا محمول کے منتفی ہونے کے وقت چاہے تمام اوقات میں ہو یا بعض اوقات میں۔ جیسے لاشئ من القمر بمنخسف بالضرورة.

مطلب: ضروریہ مطلقہ کی تعریف پر دو قسم کے اعتراض وارد ہوتے ہیں یہ دوسرا اعتراض ہے جو ضروریہ مطلقہ سالبہ کی تعریف پر وارد ہوا ہے شک کے اعتراض کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے ضروریہ مطلقہ سالبہ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے: جس میں محمول کا سلب موضوع سے ذات موضوع کے موجود ہونے کے زمانہ میں ہو۔اس تعریف کے اعتبار سے سالبہ بسیطہ اور موجبہ معدولہ میں تساوی لازم آتا ہے حالانکہ دونوں میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، دونوں میں تساوی ہونا اس طرح لازم آتا ہے کہ اس میں سلب کی ضرورت کو وجود موضوع کے ساتھ مقید کیا گیا ہے اور قاعدہ ہے کہ مقید کا تحقق مقید کے بغیر نہیں ہوتا ہے، لہذا سلب کا تحقق وجود موضوع کے بغیر نہیں ہوگا، لہذا اس تعریف کے اعتبار سے سالبہ کے لئے موضوع کا موجود ہونا ضروری ہوگا اور جب سالبہ کے لئے موضوع کا موجود ہونا ضروری ہوگیا تو مناطقہ کے اس قاعدہ کی بناء پر کہ "موضوع کے موجود ہونے کی صورت میں سالبہ بسیطہ اور موجبہ معدولہ میں تساوی کی نسبت ہوتی ہے، لہذا دونوں میں تساوی کی نسبت ہوگی حالانکہ دونوں میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے۔

قولہ : ویلزم: معترض کہتا ہے کہ سالبہ کے لئے وجود موضوع کو ضروری قرار دینے کی صورت میں ارتفاع نقیضین لازم آتا ہے کیونکہ جب سالبہ کے لئے وجود موضوع ضروری ہوا تو لاشیٔ من العنقاء بانسان بالضرورۃ صادق نہ ہوگا، اس لئے کہ عنقاء جو موضوع ہے وہ موجود ہی نہیں ہے اور اسی طرح اس کی نقیض بعض العنقاء انسان بالامکان بھی صادق نہ ہوگا اس لئے کہ جب عنقاء کا وجود ہی نہیں ہے تو اس کے لئے انسان کا ثبوت کس طرح ہوگا اور جب نہ شیٔ ثابت ہو اور نہ اس کی نقیض ثابت ہو تو اسے ارتفاع نقیضین کہتے ہیں اور ارتفاع نقیضین باطل ہے اور اس باطل کو ضروریہ مطلقہ سالبہ کی مشہور تعریف مستلزم ہے، لہذا مشہور تعریف بھی باطل ہے۔

قولہ : اجیب :

جواب کی تقریر

جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ مذکورہ خرابیوں میں سے کوئی خرابی بھی لازم نہیں آتی ہے اس

لئے کہ ضروریہ مطلقہ سالبہ میں جومادام ذات الموضوع موجودۃ کی قید ہے یہ ثبوت کی قید ہے سلب کی قیدنہیں ہے اور جب سلب کی قیدنہیں ہے تو سالبہ کے لئے موضوع کا موجودہونا ضروری نہیں اور جب سالبہ کے لئے موضوع کا موجودہوناضروری نہیں ہے تو دونوں میں مساوات نہیں ہوگی اوراسی طرح لاشئ من العنقاء انسان بالضرورۃ صادق ہوگا اس لئے کہ وجودموضوع ضروری نہیں،لہذاارتفاع نقیضین لازم نہیں آیااور جب دونوں خرابیاں لازم نہیں آئی تومشہورتعریف صحیح ہوئی۔

قولہ : وحینئذٍ یجوزصدقھا: یعنی جب یہ ثابت ہوگیاکہ مادام الذات ثبوت کے لئے قید ہے نہ کہ سلب کے لئے توپھرسلب وجودموضوع کاتقاضہ نہ کرے گا بلکہ موضوع منتفی ہوتب بھی صادق ہوگا۔جیسے لاشئ من العنقاء بانسان بالضرورۃ.

اسی طرح اگرمحمول وجودموضوع کے تمام اوقات میں یابعض اوقات میں منتفی ہوتب بھی صادق ہوگا۔اول کی مثال :لاشئ من الانسان بحجر،اس میں ثانی کی مثال: لاشئ من القمربمنخسف بالضرورۃ،اس میں انخساف کاسلب قمرسے تمام اوقات میں ضروری نہیں ہے بلکہ جس وقت قمراورشمس کے درمیان زمین حائل ہوجائے اسی وقت ضروری ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

سوال

وھھناوانہ یلزم ان لایفارق الدوام الذاتی الاطلاق العام فی قضیۃ محمولھا الوجودفلایکون بینھماتناقض،قیل فی حلہ المتبادرمن التعریف ان یکون المحمول مغایراللوجودفلیس ھناك دوام ذاتی،اقول العقل الفعال لیس بموجودبالفعل کاذب فلیزم صدق نقیضۃ وھودائمۃمطلقۃ محمولھا الوجود

ترجمہ ومطلب لکھئے اور ہہنا کامشارالیہ متعین کیجئے۔

جواب

اوریہاں ایک شک ہے اوروہ یہ ہے کہ اس تعریف کی وجہ سے یہ لازم آتا ہے کہ

دوام ذاتی مطلقہ عامہ سے جدا نہ ہو اس لیے کہ اس قضیہ میں جس کا محمول وجود ہو تو ان دونوں کے درمیان تناقض نہ ہوگا۔ اس کے جواب میں کہا گیا ہے کہ تعریف سے ذہن اس بات کی طرف منتقل کرتا ہے کہ محمول وجود کے مغائر ہو تو یہاں دوام ذاتی نہیں پایا گیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ العقل الفعال لیس بموجود بالفعل کاذب ہے تو اس کی نقیض کا صدق لازم ہے جس کا محمول لفظ وجود ہے۔

قوله: یہ پہلی بحث میں و بحث گذری اس میں ضرور یہ مطلقہ کی تعریف پر کیا تھا اب دوسری بحث میں دائمہ مطلقہ کی تعریف پر اعتراض ہے۔

اعتراض کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے دائمہ مطلقہ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے، جس میں محمول کا ثبوت موضوع کے لئے یا محمول کا سلب موضوع سے دائمی ہو جب تک ذات موضوع موجود ہو تو اس تعریف کی وجہ سے دائمہ مطلقہ اور مطلقہ عامہ میں تناقض نہ ہوگا حالانکہ دونوں میں تناقض ہے، وہ اس طرح کہ جب قضیہ کا محمول وجود ہو اور موضوع ممکنات میں سے ہو۔ جیسے کل انسان موجود دائماً مادام ذات الموضوع موجوداً، تو اس صورت میں دائمہ مطلقہ اور مطلقہ عامہ دونوں ہیں۔ دائمہ مطلقہ اس لئے ہے کہ اس میں وجود کا ثبوت انسان کے لئے اس کے موجود ہونے کے تمام اوقات میں ثابت کیا گیا ہے یہی دائمہ مطلقہ ہے اور مطلقہ عامہ اس لئے ہے کہ انسان فی نفسہ ممکن ہے اور ہر ممکن پر عدم طاری ہو سکتا ہے لہذا تینوں زمانوں میں سے کسی زمانہ میں وجود کی نفی ہو سکتی ہے اور جب کسی زمانہ میں وجود کی نفی ہو سکتی ہے تو مطلقہ عامہ سالبہ جزئیہ (الانسان لیس بموجود بالفعل) پایا گیا، تو دونوں میں تناقض نہ ہوا حالانکہ دونوں میں تناقض ہے، لہذا دائمہ مطلقہ کی مشہور تعریف درست نہیں ہے۔

قوله : قيل في حله: بعض لوگوں نے اس اعتراض کا جواب یہ دیا کہ دائمہ مطلقہ کے لئے ضروری ہے کہ اس کا محمول لفظ وجود نہ ہو اس لئے کہ تعریف سے اسی کی طرف ذہن منتقل ہوتا ہے اور یہاں محمول لفظ ہے تو دائمہ مطلقہ نہیں پایا گیا اور جب دائمہ مطلقہ نہیں پایا گیا تو دونوں متناقض ہو گئے۔

قوله : اقول: اس جواب پر اعتراض ہے، مصنفؒ کہتے ہیں کہ اگر دائمہ مطلقہ کی تعریف میں یہ قید لگادی جائے کہ اس کا محمول لفظ وجود نہ ہو تو بعض چیزیں دائمہ مطلقہ ہونے سے نکل جائیں گی حالانکہ اس کے صدق اور دائمہ مطلقہ ہونے پر تمام کا اتفاق ہے۔ مثلاً: العقل الفعال موجود بالدوام یہ دائمہ مطلقہ اور صادق ہے اس لئے کہ اس کی نقیض العقل الفعال لیس بموجود بالفعل کاذب ہے اور جب نقیض ہے تو العقل الفعال موجود بالدوام صادق ہوگا اور یہ دائمہ مطلقہ ہے جو کہ اس کا محمول وجود ہے اگر محمول کے لئے لفظ وجود نہ ہونے کی قید لگادی جائے تو یہ دائمہ مطلقہ سے نکل جائے گی اور یہ درست نہیں ہے لہذا آپ کا جواب درست نہیں ہے۔

سوال

الثالث المشروطة العامة تارة تؤخذ بمعنى ضرورة النسبة بشرط الوصف العنواني واخرى بمعنى ضرورتها في جميع اوقات الوصف وفي الاولى يجب ان يكون للوصف مدخل في الضرورة بخلاف الثانية وبينهما عموم من وجه. ترجمہ کرکے پوری بحث کی وضاحت کریں۔ نیز مشروطہ عامہ بالمعنی الاول والمعنی الثانی کے درمیان نسبت بھی تحریر کریں۔

جواب

ترجمہ : تیسری بحث مشروطہ عامہ ہے وہ بولا جاتا ہے نسبت کے ضروری ہونے کے معنی میں وصف عنوان کے ساتھ، اور کبھی نسبت کے وصف کے تمام اوقات میں ضروری ہونے کے معنی میں اور پہلی صورت میں واجب ہے کہ وصف کے لئے ضرورت میں دخل ہے بخلاف ثانیہ کے اور ان دونوں کے درمیان عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے۔

وضاحت: تیسری بحث میں مشروطہ عامہ کے دو معنی بیان کرکے ان کے درمیان نسبت کو بیان کررہے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ مشروطہ عامہ کے دو معنی ہیں۔

(۱) محمول کا ثبوت یا سلب ضروری ہو اس شرط کے ساتھ کہ موضوع وصف عنوانی کے

ساتھ متصف ہو،یعنی وصف کواس کی ضرورت میں دخل ہے لہذا وصف پایا جائے گا تو ثبوت یاسلب ہوگا ورنہ نہیں۔مثلاً: کل کاتب متحرك الاصابع مادام کاتباً، اس میں کاتب کے لئے تحرک اصابع کا ثبوت اس شرط کے ساتھ ضروری ہے کہ وہ کتابت کے ساتھ متصف ہو۔یالاشیٔ من الکاتب بساکن الاصابع مادام کاتباً، اس میں کاتب سے ساکن الاصابع کا سلب ہے اس شرط کے ساتھ کہ وہ کتابت کے ساتھ متصف ہو۔

(۲)محمول کا ثبوت موضوع کے لئے یا محمول کا سلب موضوع سے ذات موضوع کے وصف عنوانی کے تمام زمانہ میں ضروری ہو یعنی اس ضرورت میں وصف کو کوئی دخل نہیں ہے۔جیسے کل کاتب انسان بالضرورۃ مادام کاتباً اس میں انسان کا ثبوت کاتب کے لئے ضروری ہے کتابت کے جمیع اوقات میں لیکن اس میں کتابت کا کوئی دخل نہیں ہے،یعنی یہ بات نہیں ہے کہ اگر کتابت کے ساتھ متصف ہوگا تب تو انسان ہوگا ورنہ نہیں ہوگا۔

نسبت: مشروطہ عامہ بالمعنی الاول اور مشروطہ عامہ بالمعنی الثانی عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے۔جاننا چاہئے کہ عموم وخصوص من وجہ میں تین مادہ ضروری ہوتا ہے دوافتراقی اور ایک اجتماعی۔

اجتماعی کی مثال: کل انسان حیوان بالضرورۃ مادام انساناً.

مادہ افتراقی : کل کاتب متحرك الاصابع مادام کاتباً،مشروطہ بالمعنی الاول.

مادہ افتراقی :کل کاتب انسان بالضرورۃ مادام کاتباً،مشروطہ عامہ بالمعنی الثانی.

تمت بالخیر

جو کتاب نیٹ پر موجود نہیں ہیں
یا کوئی کتاب آپکو چاہئے جو نیٹ پر
موجود نہ ہو تو آپ ہمیں میسیج کریں

NEW MADARSA

ٹیلیگرام چینل
@New Madarsa
https://t.me/NewMadarsa

یا ٹیلیگرام گروپ
@New Madarsa Group
https://t.me/NewMadarsaGroup

Pinterest

Follow All Social Media Network:

NEW MADARSA

Blogger

Telegram

Instagram

facebook

काम देख कर follow करें

NEW MADARSA

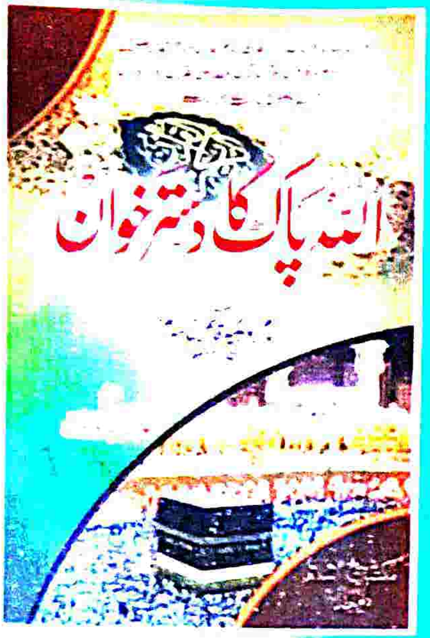

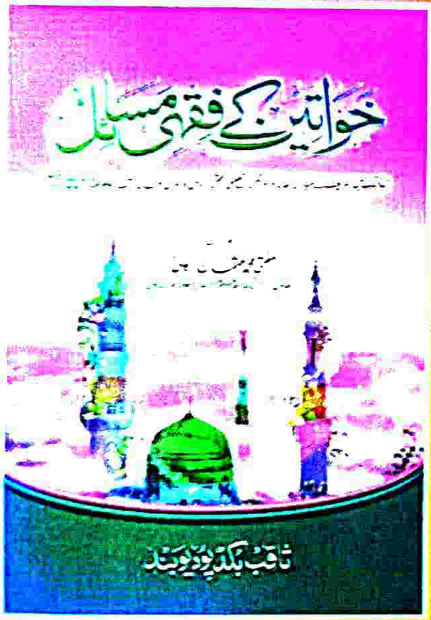

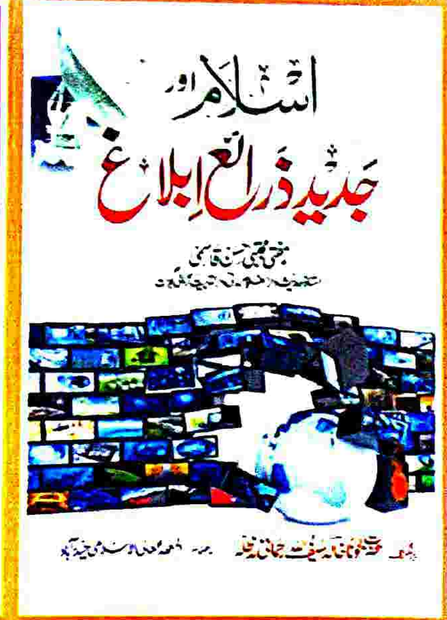

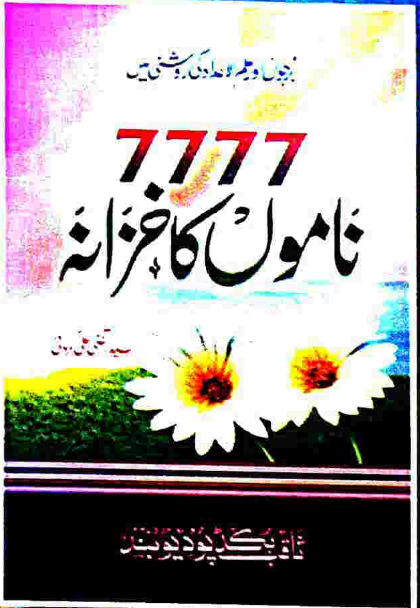

SAQIB BOOK DEPOT DEOBAND

Pin - 247554 U.P. India

Ph: 01336-222999, Mob. 9412496688